بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴿١٢٥﴾

(سورۃ النحل)

خطباتِ فردوس

مؤلف

حضرت مولانا الشاہ **محمد تبارک الحسن** نوری ابوالعلائی تیغی اشرفی صاحب قبلہ

بانی و مہتمم دارالعلوم تیغیہ حبیبیہ و خانقاہِ قادریہ، یوسف پور، لعل گنج، ویشالی (بہار)

ترتیب و تخریج

محمد نعمت اللہ حسن قادری

متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

کتاب	:	خطباتِ فردوس
مؤلف	:	حضرت مولانا الشاہ محمد تبارک الحسن نوری ابوالعلائی تیغی اشرفی
ترتیب وتخریج	:	محمد نعمت اللہ حسن قادری، متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
تصحیح وتصویب	:	خطیب شہیر استاذ العلما حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
پروف ریڈنگ	:	خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا انوار الحسن علیمی، صدر المدرسین دار العلوم تیغیہ حبیبیہ، یوسف پور، لعل گنج، ویشالی (بہار) حافظ محمد عظمت اللہ حسن قادری، سیتامڑھی (بہار)
حسب فرمائش	:	مولانا ریاض الحسن نعمتؔ مظفر پوری، مولانا ممتاز الحسن مولانا نسیم الحسن، مولانا غلام ربانی۔
کمپوزنگ	:	محمد یونس رضوی، متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
تعداد	:	۱۱۰۰
اشاعت اول	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ/فروری ۲۰۱۷ء
اشاعت دوم	:	رجب المرجب ۱۴۳۸ھ/اپریل ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۷۲
قیمت	:	۵۰/روپے

ملنے کے پتے

(۱)-فیضی کتاب گھر، مہسول چوک، سیتامڑھی۔
(۲)-دینی کتاب گھر، راجوپٹی، سیتامڑھی۔
(۳)-غوثیہ بک ڈپو، گئوشالا چوک، سیتامڑھی۔
(۴)-رضا بک سیلر، کمپنی باغ، مظفر پور۔
(۵)-مکتبہ برکاتیہ، نظامیہ، سنت کبیر نگر۔
(۶)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور۔
(۷)-حق اکیڈمی، مبارکپور، اعظم گڑھ۔
(۸)-مکتبہ حافظِ ملت، مبارکپور۔
(۹)-زم زم اکیڈمی، مبارکپور۔

فہرست

شرفِ انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے انتہائی شفیق اور محبت کرنے والے محترم والدینِ کریمین مرحوم حدیث القادری اور مرحومہ حبیبہ خاتون کے نام منسوب کرتا ہوں جو اس دارِ فانی سے حیاتِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ کاش وہ دونوں اپنی نگاہوں سے علم کا یہ حسین شگفتہ گلاب بھی دیکھ لیتے۔

اللہ رب العزت اپنے پیارے حبیب رسول اقدس ﷺ کے طفیل ان کی قبروں کو رحمت و انوار کے حسین و جمیل پھولوں سے بھر دے۔

"آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے"

طالبِ دعا:
احقر العباد
تبارک میاں قادری غفرلہٗ الباری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ.

امابعد!

عرصۂ دراز سے میرے دل میں اس بات کی خواہش تھی کہ اردو زبان میں ایک مختصر کتاب چند تقریروں کا مجموعہ بنام "خطبات فردوس" لکھی جائے جو مدارس اسلامیہ کے نوآموز طلبہ کے لیے میدان خطابت میں معاون و مددگار ثابت ہو۔ مگر فقیر کی تمنا ایک مدت تک پوری نہ ہوسکی، جس کی وجہ بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ "کل أمرٍ مَرْھُوْنٌ بِأَوْقَاتِھَا" (ہر کام کا ایک وقت ہے۔) وقت کا منتظر رہا یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے ایک ایسا موقع عطا فرمایا کہ اس امر کی طرف توجہ کی فرصت مل گئی۔ مگر پھر بھی افکار و ہموم کے ہجوم اور غموم اور پریشانیوں کی کثرت نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ شاید میری یہ آرزو فکر و خیال سے نکل کر وجود سے ہم کنار نہ ہوتی اگر میرے مخلص اقربا واعزا اور خاص کر میرے تلامذہ کا مجھ سے پر اصرار تقاضا نہ ہوتا۔

پھر اللہ رب العزت کی ذات مقدس پر امید کرتے ہوئے کام شروع کیا اور بحمدہ تعالیٰ قارئین حضرات کے روبرو کرنے کی توفیق ملی۔

ہم شکر گذار ہیں اپنے فرزند اسعد مولانا نعمت اللہ حسن قادری متعلّم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا؛ جنھوں نے میری عدیم الفرصتی کی بنا پر ترتیب وتخریج کی ذمہ داری نبھائی۔

اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر محب گرامی خطیب اہل سنت حضرت مولانا

مسعود احمد برکاتی مصباحی صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو فراموش کر جاؤں۔ جنھوں نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود کتاب کی تصحیح فرمائی۔ نیز ادیب البیان حضرت مفتی علی رضا مصباحی صاحب قبلہ جامعہ عائشہ، اجمیری نگر، مہوا، ویشالی کا شکر گزار ہوں۔ جنھوں نے ایک گراں قدر علمی تقریظ لکھ کر کتاب میں چار چاند لگایا۔

اور بے حد ممنون و مشکور ہوں ادیبِ لبیب حضرت علامہ محمد ناظم علی مصباحی صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جنھوں نے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور ایک گراں قدر علمی، ادبی اور تحقیقی مقدمہ بھی رقم فرمایا۔

اور قاضی شریعت مفتی محمد نور الہدی صاحب قبلہ دارالافتاو القضا امام احمد رضا جامع مسجد، سیتامڑھی کا جنھوں نے آسان لب ولہجہ میں کلمات تحسین سے نوازا۔

اور ادیب شہیر حضرت مولانا فرحت صابری رضوی مصباحی کا جنھوں نے زیر نظر کتاب میں "نورِ سخن" کے نام سے ایک علمی، ادبی اور فکری باب کا اضافہ کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان فیروز بخت حضرات کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اس علمی کام میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی طرح بھی حصہ لیا۔

اخیر میں اپنے قارئین حضرات سے مودبانہ گذارش کرتا ہوں کہ "فوق کل ذی علم علیم" کا درس میرے رگ و ریشے میں بھی ہے۔ لہذا اگر کہیں تبقاضاے بشریت کتابت اور کمپوزنگ میں کوئی غلطی یا نقص دکھے تو بقید سطور و صفحات راقم کو مطلع فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سبھوں کی بارگاہ میں تشکر و امتنان کا نذرانہ پیش کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ رب کریم ان تمام حضرات کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و علی اٰلہ و صحبہ اجمعین.

خاتمہ بالخیر کا متمنّی:

تبارک میاں قادری غفرلہ الباری

تقدیم

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ **محمد ناظم علی** مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خطابت و کتابت دونوں کے دونوں بہت اہم اور مفید و مؤثر ذریعہ ہیں اور ان میں تحریر و کتابت کا اثر دیرپا ہوا کرتا ہے۔ اسی لیے شارع اسلام ہادیِ انام سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیدو العلم بالکتابۃ" علم کو گرفت قلم اور قید تحریر میں لا کر محفوظ کر لو۔ مگر خطابت کی اہمیت و افادیت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ خود شارع امت سید عالم ﷺ مسجد نبوی شریف میں منبر شریف پر رونق افروز ہو کر، اپنے اصحاب کے سامنے مواعظ و نصائح، ارشادات و اصلاحات وغیرہ پر مشتمل اہم خطابات فرماتے اور اپنے صحابہ کو اسلام کے ضروری اصول و عناصر سے بہرہ ور فرماتے۔

نبی پاک سید عالم ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر تاریخ ساز خطاب ہوا۔ اس انقلاب آفریں اور نایاب خطاب سے کون واقف و آگاہ نہیں؟ اور قیام قیامت تک کے اس کے اثرات سے کون منکر ہو سکتا ہے؟ نبیِ پاک ﷺ کے وصال شریف کے بعد آپ کے اصحاب اور تابعین کرام و تبع تابعین واساطین امت و عمائدین ملت کا اسی پر عمل قائم رہا اور تاہنوز یہ زریں سلسلہ جاری و ساری ہے کہ وہ علمی رشحات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ گراں قدر خطابات سے جہان اسلام کے اہل اسلام کو نوازتے رہے ہیں۔ اور ان کے قلوب و اذہان کو روشن و صیقل کرتے رہتے ہیں۔

اور تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تطہیر باطن کا سامان فراہم کرتے ہیں، گمرہی و بد عقیدگی کا پردہ چاک کرتے رہتے ہیں، گمراہ و بد عقیدہ لوگوں کی نقاب کشائی کر کے امت کی صحیح رہنمائی فرماتے ہیں۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے داعیانہ فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہتے ہیں۔ جس کا حکم خود اللہ عزوجل نے دعوت و تبلیغ کے حاملین علمائے امت وفضلائے ملت کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

(آلِ عمران، آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (توبہ، آیت: ۷۱)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

نیز فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (النحل، آیت: ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اسی طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

خود نبی اکرم سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ.

(مشکاة المصابیح، باب الامر بالمعروف، ص: ٤٣٦)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنی طاقت و قوت کے ذریعے ختم کرے،

اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اسے روکے، اگر زبان سے بھی روکنے پر قادر نہ ہو تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

نیز فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً. (مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم الفصل الاول، ص:۳۲)

مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعىٰ مِنْ سَامِعٍ.

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناسك، باب خطبۃیوم النحر فصل اول، ص: ۲۳۳)

ترجمہ: تو جو لوگ موجود ہیں وہ غائب لوگوں تک میرا پیغام پہنچادیں کیوں کہ بہت سے وہ لوگ جن تک میرا پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

متفق علیہ. (مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم فصل اول، ص:۳۳)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھی چیز رائج کی، اسے اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا اور عمل کرنے والوں کا اجر کم نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں شرع کے خلاف کوئی بُری چیز رائج کی تو اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا وبال اس شخص پر ہوگا اور اس بُری چیز پر عمل کرنے والوں کے وبال میں کمی نہ ہوگی۔

اور نیز فرمایا:

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا. (بخاری شریف، کتاب العلم، ص:۱۶، مجلسِ برکات)

ترجمہ: مژدہ سناؤ اور نفرت پیدا نہ کرو۔

حاصل یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر داعیانِ اسلام کی اہم ذمہ داری ہے۔ امت کو صحیح منزل کی رہنمائی کرنا، ایمان افروز عقائد کو روشن کرنا، پر فتن ماحول اور پر آشوب دور میں کفر و ضلالت کی خیمہ زن تاریکیوں کو واشگاف کرنا، اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کرنا، باطل کی

سرکوبی کرنا، انھیں اُن کے آخری مقام، مقامِ غرام تک پہنچانا اور خیر اُمت کو بد عقیدہ لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے بچانا داعیانِ اسلام ہی کی اہم ذمہ داری ہے۔ جو نائبینِ رسول و وارثینِ علوم مشکاۃ نبوت ﷺ ہیں۔

آج فتنوں کا دور ہے۔ فتنوں کا سر قلم اور فتنہ انگیزوں کی سرکوبی کے لیے کتابت و خطابت دونوں کی ضرورت در پیش ہوتی ہے۔ آج باطل کے منظّم خطابات ہوتے ہیں جسے لوگ سنتے ہیں اور بد عقیدگی کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ایمان و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ باطل سے مقابلہ آرائی اور اس کے ہلاکت خیز اسلحوں کو ناکام و بے اثر کرنے کے لیے باطل کے نِت نئے فتنوں اور ان کی رِیشہ دوانیوں کو مطالعہ کیا جائے اور حکمتِ عملی سے اس کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ آج باطل کی یلغار صرف تحریر و تالیف ہی کے ذریعہ نہیں ہو رہی ہے بلکہ زہر آلود گمراہ کن خطابات کے ذریعہ بھی ہو رہی ہے۔ آج نت نئے چہرے سامنے آرہے ہیں، کوئی کسی کا خطاب و بیان سن کر گمراہ ہو رہا ہے تو کوئی کسی کا۔

ایسے پُر فتن ماحول میں ہمیں بھی شرعی حدود میں رہ کر جدید ذرائع کا استعمال کرنا ہوگا۔ اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اِحقاق حق و ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دینا ہوگا۔ ہمیں اپنے خطاب کو مفید، بااثر و نتیجہ خیز بنانا ہوگا، اسے ضروری مواد و عناصر سے مزین کرنا ہوگا، مژدہ انگیز خطابات کرنا ہوگا اور "بشروا ولا تنفروا" کا عملی پیکر بننا ہوگا تاکہ سفینۂ اسلام ساحل مقصود سے ہم کنار ہو سکے، اور باطل کے نت نئے فتنوں اور ان کی ریشہ دوانیوں کا سدّ باب ہو سکے۔ آج ہمارے درمیان خطابات کی کمی نہیں مگر خطابات کے اجزا و عناصر، خطابت کے مصالح و مقاصد، خطابت کے ثمرات و نتائج، خطابت کی روح کس قدر ان میں ہوتی ہے، ہمیں اس پر متانت و سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں کاروانِ اسلام کو آگے بڑھانے اور باطل کے نت نئے حملوں کو ناکام و بے اثر کرنے کے لیے کتاب و سنت کے روشن دلائل سے مزین خطابات کرنا ہوگا، ہادی انام ﷺ کے گراں قدر خطاب کے اصول و اسلوب کو اختیار کرنا ہوگا اور حالات کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب و سنت کے روشن دلائل سے مزین اور خطابت کے

مصالح و مقاصد پر مشتمل خطاب کیا جائے، شارعِ اُمت ﷺ کے اسلوب خطاب کو معیارِ خطاب بنایا جائے اور حالات کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے نیز جدید ذرائع ابلاغ کا شرعی استعمال کیا جائے۔

مقام مسرت ہے کہ جناب مولانا تبارک الحسن نوری ابوالعلائی تیغی اشرفی صاحب نے ایک کتاب بنام ”خطباتِ فردوس“ تالیف فرمایا؛ جس میں عظمت والدین، موت و حیات، شادی اور اسلام، اصلاح معاشرہ، ذات اعلیٰ حضرت اور عظمت تیغ علی علیہما الرحمہ جیسے مفید اور اصلاح کن عنوانات پر مشتمل خطبات کو مرتب فرمایا۔ اس سے قبل بھی نعت سرورِ کونین ﷺ پر مشتمل آپ کی دو کتابیں ”بہارِ فردوس“ و ”نغماتِ فردوس“ منصۂ شہود پر آکر خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اور قارئین کے قلوب و اذہان کو معطر کر رہی ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو بھی قبول خاص و عام بخشے، اس کے افادہ کو عام و تام فرمائے اور ہدایت کا روشن مینار بنائے۔

آمين بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله وأصحابه أفضل الصلوٰة وأتم التسليم إلى يوم الدين.

محمد ناظم علی رضوی مصباحی
خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور (یوپی)
جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق
۱۱؍فروری ۲۰۱۷ء

نورِ سخن

ادیبِ ملت استاذالشعرا حضرت مولانا فرحت صابری رضوی مصباحی صاحب قبلہ
صابری پریس، پریہار چوک، سیتامڑھی (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فن خطابت اپنی افادیت، اہمیت، ہمہ گیریت، مقبولیت اور وقت وحالات کی ضرورت کے لحاظ سے عہد حاضر ہی نہیں بلکہ ہر دور میں انقلاب آفریں اور تاریخ ساز فن رہا ہے۔ جسے اکابرین ملت اور اساطین امت نے استعمال فرماکر اس کی صداقت وحقانیت اورعظمت و فضیلت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ فن خطابت مذہب و مسلک کی ترویج واشاعت اور قوم وملک کی سوئی ہوئی غیرت و حمیت کو مہمیز کرنے کا ذریعہ ہے۔ خطابت کا جوہر دکھا کر بڑا سے بڑا معرکہ سر کیا گیا ہے، حالات زمانہ کا رخ موڑا گیا ہے، دینی وملی بیداری پیدا کی گئی ہے، منتشر شیرازے کو یکجا کیا گیا ہے، مختلف خیموں میں بٹے ہوئے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا گیا ہے اور نفرت کے ماحول میں محبت کی شمع فروزاں کی گئی ہے، بدعقیدگی کے تابوت میں خوش عقیدگی کا آخری کیل ٹھوکا گیا ہے، جہالت کے دبیز پردے کو چاک کر کے شعور و آگہی کا اجالا تقسیم کیا گیا ہے، مردہ قوم میں بیداری کی لہر پیدا کر کے زندگی کی رمق بخشی گئی ہے، ناکامی ونامرادی کی غیر مطمئن زندگی سے نکال کر کامیابی و کامرانی کی شاہراہ ترقی پر گامزن کیا گیا ہے اور ضلالت وگمراہی کا فلک بوس قلعہ مسمار کر کے ہدایت وروشنی کا محل تعمیر کیا گیا ہے۔

غرض کہ وقت وحالت کے مد و جزر میں روح خطابت متاثر نہ ہوسکی، شمع خطابت کی لو کم نہ ہوسکی۔ اس کی حیات بخش آواز، نکات آفریں جملے، روح پرور اقتباس، ایمان افروز قرآنی وروحانی

فارمولے، ایمان و عقیدے کو جلا بخشنے والی کرنیں، سسکتی ہوئی انسانیت کی تسلی اور دل جوئی کا سامان فراہم کرتی رہیں۔ اور انشاء اللہ صبحِ قیامت تک اس کی صحیح رہنمائی اور سچی قیادت ہوتی رہے گی۔

دور ماضی سے عہد حاضر تک پند و نصیحت، حکمت و موعظت اور تقریر و خطابت کا یہ نورانی سلسلہ بے شمار روحانی و عرفانی خصوصیات پر مشتمل ہے۔ ہماری عقیدت ان تمام تاجدارانِ خطابت اور سربراہانِ موعظت کی بارگاہ محبت میں سلام تحیت پیش کرتی ہے جنھوں نے سرکشیدہ ماحول میں اپنے حسنِ تدبر اور جوہرِ خطابت سے تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔ اور اپنے جملوں کی ضیا پاشیوں سے قلوب و اذہان کو مستفیض و مستنیر کیا۔ اللہ جل شانہ ان کے یادگار کارناموں کو مشعلِ راہ بناکر ان کی مغفرت کا وسیلہ اور بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

انھیں اصحاب باوفا اور سرفروشانِ عظمت اسلام کی پاکیزہ جماعت میں ایک عظیم و معتبر نام محب مکرم، ادیبِ شہیر، خطیب نامور، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الشاہ تبارک الحسن تبارکؔ چترویدی تیغی مدظلہ النورانی کا ہے جنھوں نے کتاب و سنت کے گوہر آبدار کو حسنِ الفاظ اور بامعنیٰ جملوں کا پیراہن عطافرماکر صفحۂ قرطاس پہ بکھیر دیا ہے اور عوام و خواص کو ایک عظیم سرمایہ عطا کیا ہے جو وقت کا تقاضا اور قوم کی ضرورت تھی۔

الحمد للہ! حضرت مولانا تبارک الحسن تبارکؔ چترویدی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ موصوف بے شمار خوبیوں اور ان گنت صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ خوش مزاج، ملنسار، حوصلہ مند، بلند اخلاق، بزرگوں کے ادب شناس، اصاغر نواز، حق پسند اور فعال و متحرک ہیں، ہمیشہ پیشانی پہ مسرت کی لکیریں نمایاں رہتی ہیں، مشکل ترین معاملات اور پریشان کُن حالات میں بھی مضمحل و پژمردہ نہیں ہوتے، انتہائی خوش اسلوبی و حکمت عملی اور دور اندیشی سے کئی مدارس کے انتظامی امور کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ دینی و مذہبی کانفرنسوں میں شرکت، ناساز طبیعت اور اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود احباب و متعلقین کے پیہم اصرار پر چند کار آمد اور مفید موضوعات پر مشتمل کتاب ”خطباتِ فردوس“ تحریر فرماکر علما، طلبا اور عوام و خواص کے لیے ایک گراں قدر انمول تحفہ عطا فرمایا ہے جو لائق تبریک و تحسین اور قابلِ ستائش و تکریم ہے۔ ”اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ“

اس سے قبل آپ کی دو کتابیں نعت و منقبت پر مشتمل ”بہارِ فردوس“ اور ”نغماتِ فردوس“

زیور طبع سے آراستہ ہوکر قبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ ’’خطباتِ فردوس‘‘ آپ کی تیسری فکری وعلمی کاوش ہے جو طلبا کی ذہنی صلاحیت اور ان کی ابتدائی معلومات کے پیشِ نظر آسان وسہل انداز میں معلومات کے گنج گراں مایہ کے ساتھ جمع فرمادیا ہے۔ جسے ازبر کرنا اور اس کے مفید اقتباس کو ذہن نشین کرنا کوئی مشکل امر نہیں، تھوڑی سی محنت و لگن اور احساس ذمہ داری کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ لیجیے کتاب مستطاب ’’خطباتِ فردوس‘‘ حاضر ہے۔ ورق پلٹئے اور فکر و نظر کو بھر پور توانائی دیجیے۔

طالبِ دعا:
فرحتؔ صابری رضوی غفرلہٗ القوی
صابری پریس، پریہار چوک، سیتامڑھی (بہار)

ادیبِ شہیر استاذ العلما حضرت مفتی علی رضا مصباحی صاحب قبلہ
جامعہ عائشہ، اجمیری نگر، پہاڑ ٹولہ، مہوا، ویشالی (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطابت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی انسان کی تاریخ، انسان اپنے وجود ہی کے ساتھ یہ فن لے کر آتا ہے اور اس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ وہ دوسروں کو اپنا ہم نوا اور قائل بناتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کے ذریعہ وہ دلوں کی دنیا بھی فتح کر لیتا ہے۔ آج تو علم کا زمانہ ہے، جہالت کے زمانے میں بھی فن خطابت کی عظمت مسلم تھی، عربوں میں جو سالانہ میلے لگتے تھے ہر قبیلے کا خطیب اپنے فن خطابت کا جادو دکھاتا اور اپنی قوم کے کلاہ افتخار میں چار چاند لگاتا۔

اسلام نے بھی مختلف عبارات میں خطابت کو جگہ دے کر نہ صرف یہ کہ اس کی اہمیت کو باقی رکھا بلکہ اس کی افادی حیثیت کو اور بھی عروج بخش دیا۔

خطابت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تو وہ جو مجلسوں کی پیداوار ہو، ایک خطیب مجلس میں بیٹھتا ہے اور پھر سامعین کو دیکھ کر موقع کی مناسبت سے خطاب کرتا ہے اور دوسری وہ جو مجلسوں میں نہیں بلکہ خلوت کدوں کی عطیہ ہوتی ہے۔ پہلی قسم کی خطابت میں زبان کام کرتی ہے اور اس میں قلم کام کرتا ہے۔

محب گرامی حضرت مولانا تبارک الحسن صاحب بحمدہ تعالیٰ دونوں طرح کی خطابت کا ہنر رکھتے ہیں، ملک کے طول و عرض میں آپ کا تقریری سفر اکثر ہوتا رہتا ہے اور آپ کی خطابت عوام کے ساتھ علما میں بھی پسند کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلم کا شعور بھی وافر مقدار میں عطا فرمایا ہے۔ زیر نظر کتاب طبع زاد چند

تقریروں کا مجموعہ ہے جو آپ کی خلوتی خطابت کے ہنر سے پردہ اٹھاتا ہے۔ ایسے طبع زاد خطباتی مجموعے کا پہلے چلن نہ تھا، بعد کے دور میں افادیت کے پیش نظر علما نے ایسے مجموعے تیار کر کے چھپوانے کا سلسلہ جاری کیا جس کے چند فائدے ہیں:

(۱)- ایک ہی جگہ ایک عنوان پر کافی مقدار میں مطلوبہ مواد مل جاتا ہے۔

(۲)- نوآموز طُلَبا و خطبا کے لیے ایسا مجموعہ ایک رہنما اصول کا کام کرتا ہے۔

(۳)- ابتدائی دور میں تقریر کے لیے کچھ یاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ایسی کتابیں نوآموزوں کے لیے مدد و معاون ہوتی ہیں۔

مولانا موصوف کا یہ طبع زاد خطباتی مجموعہ اپنے موضوعات کے تنوع اور مواد کے اعتبار سے بہت مفید اور گراں قدر ہے۔ امید ہے کہ علمی حلقے میں اسے نظر استحسان سے دیکھا جائے گا۔

محمد علی رضا مصباحی

جامعہ عائشہ

مہوا، ویشالی (بہار)

قاضیِ شریعت حضرت علامہ مفتی محمد نور الہدیٰ خاں صاحب قبلہ رضوی مصباحی
دارالافتاوالقضا امام احمد رضا جامع مسجد سیتامڑھی (بہار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم

زیرِ نظر کتاب "خطباتِ فردوس" محبِ گرامی خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا تبارک الحسن چترویدی صاحب کی تیسری تالیف ہے۔ جسے موصوف نے مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ کے لیے عام فہم اور سادہ لب ولہجہ میں تحریر فرمایا ہے۔

اس سے پہلے بھی موصوف کی دو کتابیں "نغماتِ فردوس" اور "بہارِ فردوس" منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ "خطباتِ فردوس" کو بھی قبولیت عامہ عطا فرمائے، ان کے اور اُن کے خاندان اور دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد نور الہدیٰ خاں رضوی مصباحی
خادم دارالافتاوالقضا
امام احمد رضا جامع مسجد، سیتامڑھی (بہار)
۱۰ر فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

عظمتِ والدین

بسم الله الرحمن الرحیم
لَكَ الْحَمْدُ يَارَبَّ الْعٰلَمِينَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.
أما بعدُ:

فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا.

(پ: ۵،س: النسا،آیت ۳۶)

آمنت بالله، صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم ونحن علىٰ ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العلمين.

ماں کی الفت جگر میں بسا لیجیے — باغ فردوس میں گھر بنا لیجیے
دور گھر سے جہاں جس جگہ بھی رہیں — رات دن اپنی ماں کی دعا لیجیے
دل نہ ٹوٹے کبھی تیرے ماں باپ کا — اُن کو خوش کر کے جنت کما لیجیے
ماں ہو راضی تو راضی رہے گا خدا — اُن کی خدمت سے رب کو منا لیجیے
چوم کر ماں کے قدموں کو اے دوستو! — اپنا دونوں جہاں جگمگا لیجیے

اُن کی نظرِ کرم سے تبارکؔ حزیں
اپنا سویا مقدر جگا لیجیے

(تبارکؔ میاں قادری)

حضرات گرامی! بڑی تیزی کے ساتھ تلاوت کردہ آیت کریمہ سے میں آپ کو قریب کرنا چاہتا ہوں۔ گفتگو کا آغاز ہو، ازیں قبل جھوم کر سردار مدنی، تاجدار مکی، دونوں عالم کے طبیب، رب

کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ ناز میں درود شریف کا ورد کرلیا جائے۔صلی اللہ علی محمد ﷺ

حضرات محترم!

عصر حاضر میں اخلاق وعادات میں ایسے بگاڑ پیدا ہوچکے ہیں کہ پہلے زمانے میں اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔بہت سے ایسے طور طریقے جو انسانی نقطۂ نگاہ سے اچھے اور مستحسن قرار دیے جاتے تھے ان میں بھی ایسی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں جن کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔انھیں خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نافرمانی اور بدسلوکی عام ہوتی جارہی ہے، تعلیم یافتہ لوگ بھی چاہے وہ اسکولوں کے پڑھے لکھے ہوں یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے،اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک یا اچھا برتاؤ نہیں کرتے بلکہ کتنے ایسے ہیں جنھیں ماں باپ کی نافرمانی اور حکم عدولی میں کسی بُرائی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے قربان گاہ کی طرف لے کر چلا تو بیٹا خوشی خوشی باپ کے ساتھ چل پڑا، بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹانا چاہا تو بیٹا بلا تامل لیٹ گیا، یہاں تک کہ باپ نے اپنے عزیز بچے کی گردن پر چھری چلادی، لیکن بیٹے نے اپنی زبان سے اف تک نہیں کہا۔

یہ فیضان نظر تھا، یا کسی مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اور آج کا عالم یہ ہے کہ باپ کی اطاعت شعاری میں قربان ہوجانا تو بڑی بات ہے، عام طور پر ان کی نافرمانی میں جھجک بھی محسوس نہیں کی جاتی ہے حتیٰ کہ ان کے حکم کو اپنے لیے خلاف شان، بلکہ باعث ننگ وعار تصور کیا جاتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظلم وتعدی یہ کہ ماں باپ کو گالیاں دی جاتی ہیں، ان کے ساتھ بدکلامی سے پیش آنا اور طرح طرح کی ان پر مصیبتیں ڈھانا عام بات ہے۔آج سے چودہ سو برس پہلے مخبر صادق حضور رحمت عالم ﷺ نے قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی تھی ’’أَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ‘‘

(مشکاۃ ص ٤٧٠ باب اشراط الساعۃ)

ترجمہ: مرد اپنی عورت کا فرماں بردار ہوگا اور ماں (باپ) کا نافرمان۔

آپ کی اس پیشن گوئی کا ایک ایک حرف اور ہر ہر نقطہ نئی تہذیب کی اس لعنت پر منطبق ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی صداقت و سچائی اس طرح سے نمایاں ہے کہ جیسے پیش گوئی کے وقت نگاہ نبوت ان حالات کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ روز مرہ کے واقعات شاہد ہیں کہ اس دور جدید کی اولاد الا ماشاءاللہ ماں باپ کی نافرمانی اور دل آزاری کے ہر کام کرنا تو گوارا کر لیتی ہے لیکن بیوی کی نیاز مندی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی گوارہ نہیں ہوتی، حالاں کہ اسلام کی تعلیمات کی رو سے اللہ و رسول کے بعد ماں باپ دنیا میں سب سے زیادہ اعزاز و تکریم، ادب واحترام اور حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے حقدار ہیں۔ (عظمتِ والدین)

پیار و ممتا کی حسیں مورت ہے میری ماں
گلشن عشق و وفا کی نکہت ہے میری ماں
ساری بہاریں خود سے میرے گھر میں آگئیں
لگتا ہے ایسا باغِ جنت ہے میری ماں

(تبارک میاں قادری)

ماں باپ کی تعظیم و تکریم کے متعلق آیات واحادیث ملاحظہ ہوں

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ (پ:۱۵، س: بنی اسرائیل، آیت:۲۳)

ترجمہ: اگر تیرے سامنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ”ہوں“ بھی نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے ادب واحترام سے بولو اور ان کے لیے عاجزی واطاعت کا بازو محبت و نرم دلی سے بچھا دو اور دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا انھوں نے بچپنے میں مجھے (شفقت و رحمت سے) پالا ہے۔

ان آیات میں پورے ادب واحترام کے ساتھ ماں باپ کی فرماں برداری کے لیے فرش راہ

بنے رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اوران کی کسی بھی بات پر "اف" تک کہنے سے منع فرمادیا گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ بیٹے کے اس لفظ سے ان کے دل پر کچھ ٹھیس پہنچ جائے۔تکلیف دہ باتوں میں اس سے کم تکلیف والی کوئی بات نہیں ہے،اگر کوئی بات اس سے بھی کم تکلیف والی ہوتی تو خدائے پاک اس سے بھی منع فرمادیتا۔

فرمان مصطفیٰ ہے بھلایا نہ کیجیے
ماں باپ کو کبھی بھی ستایا نہ کیجیے

(تبارک میاں قادری)

احادیث:

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ میری ماں مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے رہی ہیں؛ میں اسے طلاق دوں یا نہیں؟ حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

"اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى البَابِ، أو ضَيِّعْ.

(مشكاة شريف ص٤١٩ باب البر والصلة)

ترجمہ: باپ جنت کے دروازوں میں بیچ اور اوسط کا دروازہ ہے۔لہٰذا اگر چاہو؛ اس دروازہ کی حفاظت کرو اور چاہو تو برباد کردو۔

دروازے سے مراد جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔اور اوسط یا بیچ سے مراد عمدہ و بہتر ہے کہ بیچ کی چیز عمدہ ہی ہوا کرتی ہے۔تو ارشاد نبوت کا مطلب یہ ہوا کہ جو نیک کام جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان میں عمدہ و بہترین ذریعہ ماں باپ کی خوشنودی اور رضاجوئی ہے۔تو اے مخاطب! تجھے اختیار ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر ماں کو خوش کرلے اور باغ جنت کا حقدار ہوجا یا بیوی کے لیے ماں کو ناراض کرکے جنت اپنے ہاتھوں سے گنواں دے اور نامراد ہوجا۔

(ماخوذ از اشعۃ اللمعات ص:۱۰۵،ج:۴)

نصیحت آموز واقعہ:

حضرات محترم! ایک مرتبہ ہارون رشید نے ایک لڑکا اور اس کے والد کو قید خانہ میں بند

کر دیا اور وہ آدمی گرم پانی سے وضو کرنے کا عادی تھا۔ مگر داروغۂ جیل نے منع کر رکھا تھا کہ کوئی جیل میں آگ روشن نہ کرے۔ اس لڑکے نے قید خانہ کی قندیل پر پانی گرم کر کے والد کو پیش کیا۔ جب داروغۂ جیل کو پتہ چلا تو اس نے قندیل بلندی پر لٹکا دیا۔ دوسری رات لڑکے نے پانی کا برتن اپنے دل پر رکھا، حرارت قلبی و جسمانی سے پانی قدرے گرم ہو گیا، والد نے دریافت کیا پیارے! اس کو تو نے کس طرح گرم کیا؟ جواب دیا: ابو جان! اپنے دل پہ رکھ کے گرم کیا، تو والد نے دعا کی اے میرے معبود! میرے بیٹے نے جو خدمت کی ہے اس کے بدلے اس پہ جہنم کی آگ حرام کر دے۔

(نزهة المجالس، ج:۱، ص:۶۳۲)

حضرات محترم! ہمیں اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور ہمیشہ والدین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے مؤدبانہ عرض کرتے رہیں کہ آپ رب کے حضور دعا فرمادیجیے کہ اللہ میری خطاؤں کو معاف کر دے۔ اس لیے کہ جب کوئی اولاد رات کی تاریکی میں اپنی والدہ کی خدمت کرتی ہے اور عرض کرتی ہے میری امی جان! آپ بھی میری غلطی کو بھول جائیں اور رات کے سناٹے میں ماں آنچل اٹھا کر دعا کرتی ہے میرے پروردگار! میرے بیٹے نے اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، مولیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما تو رب کی رحمت یہ نہیں دیکھتی کہ یہ لڑکا کتنا بڑا خطاکار، کتنا بڑا گنہ گار ہے بلکہ رب کعبہ اس کی ماں کے سفید بالوں کو دیکھ کر اس بچے کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔

مسلمانو! ہمیشہ ماں سے دعا کی بھیک مانگتے رہو۔ ؎

پیاری ماں مجھ کو تیری دعا چاہیے
تیرے آنچل کی ٹھنڈی ہوا چاہیے

دل پذیر واقعہ:

رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: سمندر کی طرف جائیں اور وہاں عجیب و غریب منظر ملاحظہ کریں۔ آپ اپنے وزیر آصف کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچے مگر کوئی چیز نظر نہ آئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ سمندر میں غوطہ لگائیں۔ جب

انھوں نے سمندر میں غوطہ لگایا تو ایک عجیب وغریب گنبد نما عمارت دکھائی پڑی، اس عمارت میں چار دروازے ہیرے جواہرات یاقوت وموتی وغیرہا کے بنے ہوئے ہیں اور چاروں دروازے کھلے پڑے ہیں مگر پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے اندر نہیں جاتا۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ پانی کی تہ میں موجود اس گنبد نما عمارت میں ایک حسین وجمیل نوجوان مصروف عبادت تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے پاس جاکر اس کی کیفیت معلوم کی، تو وہ بیان کرنے لگا حضور! میرے والد اپاہج اور والدہ اندھی تھی، میں نے سات سال دونوں کی خوب خدمت کی۔ جس وقت موت میری والدہ کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے تیار تھی اس وقت میری ماں نے دعا کی کہ الٰہی! میرے بیٹے کو عبادت کے لیے لمبی عمر عطا فرما، اسی طرح جب میرے والد گرامی موت سے قریب ہوئے تو انھوں نے بھی رب سے دعا کی، باری تعالیٰ! میرے بیٹے کو عبادت کے لیے ایسی جگہ عطا فرما جہاں شیطان کا گذر نہ ہو۔ ایک دن میں اس جانب نکلا تو اس گنبد نما عمارت پر نظر پڑی، میں اس کے اندر داخل ہوا اور مصروف عبادت ہوگیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے حالات کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا: ایک پرندہ ہے جو میرے خوراک کا اہتمام کرتا ہے، کوئی زرد سی چیز مجھے لا کر دیتا ہے جس میں دنیا کی تمام لذتیں مجھے ملتی ہیں، نیند، سردی، گرمی، اور غفلت و وحشت میرے قریب نہیں آتیں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کتنے سالوں سے اس میں مصروف عبادت ہو تو اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام فرما تے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک دو ہزار چار سو سال ہو چکے تھے لیکن اس کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ پھر اجازت لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام واپس ہوئے اور وہ نوجوان مصروف عبادت ہوگیا۔ (زينة المحافل، ترجمه نزهة المجالس، ج:١، ص:٦٣٤)

پتہ یہ چلا کہ والدین کی دعا رب تعالیٰ قبول و منظور فرماتا ہے۔

نوجوانو! ہمہ وقت والدین کی خدمت کیا کرو اور اپنا مسکن باغ جنت میں بنایا کرو۔

خدمت والدین کیا ہے؟

خدمت والدین کسے کہتے ہیں؟ کوئی حضور سیدنا بایزید بُسطامی علیہ الرحمۃ سے معلوم کرے۔

آپ فرماتے ہیں سردی کی وہ رات مجھے اچھی طرح آج بھی یاد ہے جب میری والدہ نے مجھ سے پانی طلب فرمایا تھا۔ جب میں پانی لے کر پہنچا اس وقت میری ماں سو چکی تھیں، گہری نیند میں تھیں۔ میری غیرت نے گوارانہ کیا کہ میں آپ کو نیند سے بیدار کروں۔ میں نے بہتر اور مناسب سمجھا کہ کھڑے ہوکر انتظار کرلیا جائے۔ جب آپ بیدار ہوئیں اور پانی طلب کیا تو فوراً میں نے پانی پیش کیا۔ میری انگلی پر پانی کا ایک قطرہ گرا اور فوراوہ جم گیا۔ اس قدر سردی تھی کہ میں نے اس قطرہ کو ہٹانا چاہا تو اس جگہ کا چمڑا ہٹ گیا اور خون جاری ہو گیا۔ والدہ ماجدہ نے میری انگلی دیکھا اور فرمایا میرے لاڈلے یہ کیسے ہوا تو میں نے بیتی باتوں سے انھیں آگاہ کیا۔ آپ کا دست کرم دراز ہوا مولیٰ میں اس بچے سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، میرے پروردگار !اس کی خطاؤں کو معاف فرمادے۔(نزهة المجالس،ج:١،ص:٦٣١،مكتبه رضويه)

سینے سے جس کے ماں کی محبت نکل گئی
سچ ہے کہ اس کے ہاتھ سے جنت نکل گئی

(تبارک میاں قادری)

حضرات گرامی !چند باتیں اور آپ کے درمیان رکھوں، ازیں قبل ایک مرتبہ اور بارگاہ رسالت میں درود شریف کا ورد کرلیا جائے۔ صلی اللہ تعالی علی محمد ﷺ

عشق ووفا کی دوستو مورت نہ ملے گی
ماں جیسی جہاں میں کوئی دولت نہ ملے گی
دیکھ کے والدین کی صورت جس کے دل میں گلاب کھل جائے
یہ ہے قول رسول کہ اس کو ایک حج کا ثواب مل جائے

(تبارک میاں قادری)

حضرات محترم !آج اکثر نوجوان شادی کے بعد والدین سے دوری اختیار کر لیتے ہیں اور بیوی سے نہایت ہی قریب ہو جاتے ہیں۔ نوجوان جب گھر سے کہیں سفر پہ روانہ ہوتا ہے تو پہلی فرصت میں اپنی ماں سے ایک مرتبہ ملاقات کرتا ہے سلام عرض کرتا ہے۔ مگر بیوی سے بار بار ملتا ہے اور کہتا ہے جان من !آپ رونا مت، فکر مت کرنا؛ میں بہت جلد آجاؤں گا۔ جب کہ رسول

پاک ﷺ کی حدیث مبارک ہے: "جب کوئی نوجوان محبت بھری نگاہ سے والدین کی صورت کی زیارت کرتا ہے تو اللہ اسے ایک حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے۔"

میرے اسلامی بھائیو! کعبۂ معظّمہ کی زیارت عبادت ہے، روضۂ رسول ﷺ کی زیارت عبادت، قرآن کی زیارت عبادت، "الحمد" سے لے کر "ناس" تک کی سورت کی زیارت عبادت، قرآن کے ہر حرف کی زیارت عبادت اور ہر آیت کی زیارت عبادت ہے۔ میرے ساتھیو! جس طرح ان مقدس چیزوں کی زیارت عبادت، ٹھیک اسی طرح والدین کے مقدس و بابرکت چہرے کی زیارت بھی عبادت ہے۔

دیکھ کے والدین کی صورت جس کے دل میں گلاب کھل جائے
یہ ہے قول رسول کہ اس کو ایک حج کا ثواب مل جائے

(تبارک میاں قادری)

حضرات گرامی!

ماں کی چادر محبت اتنی حسین و جمیل ہے کہ اس کے حسن میں ساری کائنات گم ہو جائے۔ لیکن آج نوجوان اپنے والدین کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے بلکہ گالیاں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر قربان جاؤ اس رسول کائنات پر جس نے گالیاں سن کر بھی دعائیں دیں جنھوں نے والدین کی خدمت و عزت کرنے کا بہترین سلیقہ بتایا، جن کی حیات مبارکہ پوری دنیائے انسانیت کے لیے نمونۂ عمل ہے، جن کی ادا ہمارے واسطے مشعل راہ ہے۔ وہ آخری رسول معلم کائنات ﷺ کس طرح ماں کا ادب و احترام کرتے ہیں منبر شریف پر پیارے رسول ﷺ جلوہ گر ہیں، سامنے سے ایک خاتون کا گزر ہوا؛ میرے حضور فوراً تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ!

مسجد سے نکلنے کے بعد غلاموں نے عرض کیا آقا! یہ کون خوش نصیب عورت ہے۔ جس کی تعظیم میرے آقا نے فرمائی؟ حضور نے مسکرا دیا۔ دیوانے مچل گئے۔ حضور کا عالم یہ تھا کہ جب وہ مسکرا دیں تو اندھیری رات میں نور کا سویرا ہو جائے، جب گیسوئے پاک کو لہرا دیں تو بادل کو پسینہ آجائے اور جھما جھم بادل برسنے لگے، چلیں تو راہ کے خار بھی مثل گلاب و جوہی بن جائے، اخلاق

کریمانہ کا جوہر لٹا دیں تو اغیار بھی اپنے بن جائیں۔ سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: دیوانو! یہی تو میری امی حلیمہ ہے جس کا دودھ تیرے نبی نے بچپن میں پیا ہے۔ تو جاں نثاروں نے عرض کیا آقا! اگر آپ اجازت دیتے تو آپ کی امی جان سے آپ کا بچپنا سن لیتے۔ پھر کیا ہوا، بذات خود رحمت عالم ﷺ نے دست کرم سے بابرکت چادر بچھائی اور فرمایا: میری پیاری ماں! اس چادر پر بیٹھ کر میرا بچپنا سنا۔

مسلمانو! واقعہ سنانا میرا مقصد نہیں تھا بلکہ میرا اصل مقصد ماں کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ دلانا تھا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو والدین کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مولیٰ کریم ہم تمامی غلامان رسول کو شہر مدینہ کی حاضری نصیب فرمائے۔ بڑا خوش بخت ہے وہ شخص جو اپنے والدین کی زیارت اور مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورہ کی حاضری کے لیے اپنا قیمتی وقت اور محبوب سرمایہ صرف کرتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑا خوش نصیب شخص وہ ہے جو اپنے والدین کو اپنے ساتھ حج کے لیے لے جاتا ہے اور راستے میں ان کی خدمت کرتا ہے۔

حضرات گرامی! گفتگو کو لمبی نہ کرتے ہوئے بس میں اتنا ہی کہوں گا:

کہ ماں ہماری جنت ہے،
ماں ہماری رحمت ہے،
ماں ہماری نعمت ہے،
ماں پیار ووفا کی درپن ہے،
ماں عشق والفت کی چمن ہے،
ماں مروت کا پھول ہے،
ماں قدرت کا شگفتہ گلاب ہے۔

وما علینا إلا البلاغ.

****

موت وحَیات

بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده ونصلي علی رسولِهِ النبي الکریم.
أما بعدُ:
فأعوذبا لله من الشیطٰن الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝۲۶ (سورہ: رحمٰن،آیت:۲۶)

صدق الله مولانا العظیم و صدق رسوله النبي الکریم ونحن علی ذٰلك لمن الشاهدین والشاکرین والحمد لله رب العلمین [آمین]

خدا کی ذات باقی ہے مگر ہر چیز فانی ہے
مسلمانو! سنبھل جاؤ، یہ دنیا آنی جانی ہے

مقدر میں کسی کے غم، کسی کے شادمانی ہے
خدا جس حال میں رکھے یہ اُس کی مہربانی ہے

مدینہ اُن کا مسکن ہے، محبت کی نشانی ہے
وہ ہے شہرِ نبی اہلِ وفا کی راجدھانی ہے

بڑھاپے میں ترے اعضا ضعیف و ناتواں ہوں گے
عبادت کر لے اے غافل! ابھی تیری جوانی ہے

تمنا ہے فنا سے پیشتر اُن کی زیارت ہو
غمِ فرقت کے سائے میں ہماری زندگانی ہے

مٹا سکتے نہیں کافر کبھی قرآن دنیا سے
خدا اُس کا محافظ ہے، کتاب آسمانی ہے

منور جس کا دل ہے نورِ عشق وجانِ ایماں سے
اُسی کے واسطے دونوں جہاں میں کامرانی ہے

خدا کے فضل سے میرا مقدر ہوگیا اعلیٰ
تبارکؔ میری قسمت میں نبی کی مدح خوانی ہے

(تبارک میاں قادری)

بارگاہِ رسول میں درود پاک کا تحفہ عقیدت ومحبت کے ساتھ پیش کریں۔صلی اللہ علی

محمد ﷺ

حضرات محترم! خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت مقدسہ میں نے تلاوت کی ہے، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ترجمہ: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

جب اس آیت کریمہ کو فرشتوں نے سنا تو کہا ہم تو بچ گئے، صرف زمین والے ہی مریں گے اس پر فوراً یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ.

ترجمہ: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

تو فرشتوں نے کہا اب ہم بھی نہ بچ سکے۔ رب کائنات نے ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا.

(س،تبارك الذی پ،۲۹،الملفوظ: حصه چهارم،ص: ٤١)

ترجمہ: اللہ نے موت اور زندگی پیدا کیے تاکہ تمھارا امتحان ہو کہ تم میں بہتر عمل کس کا ہے۔

حضرات گرامی! یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ موت کی گود میں ہم سب کو سونا ہے، ساری کائنات فنا ہوجائے گی مگر خدا کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

خدا کی ذات باقی ہے مگر ہر چیز فانی ہے ۔۔۔ مسلمانو! سنبھل جاؤ یہ دنیا آنی جانی ہے

بوڑھاپے میں ترے اعضا ضعیف و ناتواں ہوں گے ۔۔۔ عبادت کرلے، اے غافل! ابھی تیری جوانی ہے

(تبارک میاں قادری)

میرے نوجوان ساتھیو! دنیا میں کوئی رہنے کے لیے نہیں آیا، ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، چینی ہو یا نیپالی، امیر ہو یا غریب، دھنوان ہو یا دھن ہین، نردھن ہو یا دھنوان، کمزور ہو یا بلوان سبھی اس دنیا سے جانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

ایک نہ ایک دن ہر ایک انسان چلا جائے گا

چاہے نردھن ہو، یا دھنوان چلا جائے گا

(تبارک میاں قادری)

آج لوگ امیروں اور جاگیرداروں سے محبت والفت رکھتے ہیں، ان کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، اگر وہ غلط روی کا شکار ہوں پھر بھی ان سے دوری اختیار نہیں کی جاتی ہے، دوسری طرف پڑوس کے غریب مزدور سے کوئی علاوہ نہیں بلکہ محبت تو دور ان سے نفرت اور ہمیشہ ان کا خون چوسنے کو تیار رہتے ہیں۔ مسلمانو! ایک دن ہم سب کو مرنا ہے، عالی شان عمارت میں رہنے والا امیر جس سے تم محبت کرتے ہو وہ بھی مرے گا اور پڑوس کا مزدور جس سے دوری اختیار کرتے ہو وہ بھی اور خود تم بھی۔ پھر حشر میں ایک ایک ظلم کا حساب ہوگا۔ لہٰذا ہر مسلمان سے محبت کریں، کسی پر ظلم نہ کریں۔ آخر مرنا سب کو ہے۔

کیوں ستاتے ہیں غریبوں کو یہ ثروت والے
ناتواں ہو یا پہلوان چلا جائے گا

(تبارک میاں قادری)

موت، حیات سے بہتر ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"أَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهُ، فَإِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَ السَّنَةَ." [مشکاۃ المصابیح، حدیث:۵۲۴۹]

ترجمہ: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قحط زدہ مقام کے مانند ہے، تو جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانہ اور مقام خشک سالی سے رہائی مل جاتی ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَلْمَوتُ رَيحَانَةُ الْمُؤْمِنِ." [کشف الخفاحدیث:۵۲۴۹]

ترجمہ: موت، مومن کے لیے پھول (گلدستہ) کی مانند ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَا مِن مُؤمِنٍ اِلَّا وَالْمَوتُ خَيرٌ لَّهُ، وَ مَا مِن كَافِرٍ اِلَّا وَالْمَوتُ شَرٌّ لَّهُ، فَمَن لَّمْ يُصَدِّقْنِي فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: "وَ مَا عِندَ اللهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ" وَ يَقُولُ:

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ." [سورۃ:آل عمران،آیۃ:۱۷۸ تا ۱۹۸]

ترجمہ: موت ہر مومن کے لیے سوغات خیر ہے اور ہر کافر کے لیے سامان شر ہے۔ اگر کسی کو میری اس بات سے اتفاق نہیں (تو کوئی بات نہیں) فرمان باری تعالیٰ دیکھے "جو کچھ بھی اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت ہی اچھا ہے۔" نیز ارشاد ہوا: "اور کافر یہ گمان ہر گز نہ کریں کہ ہم جو انھیں مہلت دے رہے ہیں (یہ) ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے۔"

حضرات محترم! آج ہم دنیا میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، عمارت پر پھولے نہیں سماتے، سینہ ٹھوک کر سڑکوں پہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ میرے مکان کا کوئی جواب نہیں، میری حویلی جیسی کسی کی حویلی نہیں، میری عمارت جیسی کسی کی عمارت نہیں، پوری بستی میں میرا مکان عالی شان، میرا خاندان عالی شان۔ لیکن آج ہم رسول کائنات ﷺ کی حدیث مبارک کو بھول بیٹھے ہیں کہ حضور نے فرمایا: "دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔" حالاں کہ ہم دنیا سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ اس فانی متاعِ حیات کے لیے پوری کدو کوشش کرتے اور آخرت جو ابدی اور غیر فانی ہے کی کوئی فکر نہیں۔

سونی رہ جائے گی یہ اونچی عمارت تیری تو ہے کچھ روز کا مہمان چلا جائے گا
موت کے بعد تجھے لوگ نہ رہنے دیں گے کر کے محلوں کو تو ویران چلا جائے گا
ہاتھ کھولے ہوئے آیا تھا جہاں میں جیسے پھر اسی مثل اے نادان! چلا جائے گا
اپنی دولت پہ تو مغرور کیوں بن بیٹھا ہے تیری مٹ جائے گی یہ شان چلا جائے گا

ہوگا جب خاتمہ بالخیر تبارکؔ تیرا
تو بھی پڑھتا ہوا قرآن چلا جائے گا

(تبارکؔ میاں قادری)

ایک عبرت ناک واقعہ:

میرے پیارے ساتھیو! موت سبھی کو آئے گی یہ حقیقت ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ نیز موت کا وقت بھی معین نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی عمر ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بچہ،

نوجوان، بوڑھے ہر طرح کے لوگ موت کے آہنی اور فولادی شکنجے میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔

محترم سامعین! لہٰذا ہم اور آپ پر ضروری ہے کہ بھلائی اور برائی میں فرق کریں، ہر عمل زندگی کا آخری عمل تصور کریں۔ برائی سے بچیں، کہیں ایسا نہ ہو موت واقع ہوجائے اور ہم عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجائیں۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے فرائض وقت پر ادا کرتے رہیں اور ثواب آخرت سے جھولی بھرتے رہیں۔

حضرات! خداے تعالیٰ کے فرائض میں ایک فریضہ پانچ نمازوں کی باجماعت ادائیگی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ نماز کو دین کا ستون کہا گیا اور نماز نہ پڑھنے کو اسلام ڈھانا اور کفر جیسا کام کہا گیا ہے۔ لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نماز سے دور ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے رب کی رحمتیں ہم سے دور ہوگئیں ہیں۔

آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ زمین بھی بے نمازی کی لاش کو اپنی گود میں سلانا نہیں چاہتی، قبر بھی آغوش میں لینے سے انکار کرتی ہے۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ کیجیے اور خوف خدا سے کانپ جائیے۔

ایک ضعیفہ عورت ہے، ہاتھ میں پیالہ ہے، اس پیالہ میں تیل ہے، کمزوری کی وجہ سے پاؤں پھسلا، ہاتھ سے پیالہ چھوٹا اور تمام تیل زمین پر گر گیا، تیل گرتے ہی زمین تمام تیل اپنے سینے میں جذب کر لیتی ہے۔ وہ ناتواں عورت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہے۔ یاامیر المومنین! زمین نے میرے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے۔ اب مجھ ناتواں کا کیا ہوگا؟ فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رقعہ تحریر کیا، آپ تحریر فرماتے ہیں: اے زمین! اس عورت کا تیل واپس کرو ورنہ تیرے سینے میں بے نمازی کو دفن کردوں گا۔ زمین نے تیل واپس کرنا شروع کردیا، آواز دی یاامیر المومنین! میں تیل واپس کردوں یہ مجھے منظور ہے مگر میرے سینے میں بے نمازی دفن ہو یہ مجھے منظور نہیں ہے۔

عزیزان ملت اسلامیہ! آپ غور فرمائیں کہ اگر میری لاش کو زمین نے واپس کردیا تو کس عمارت میں رہوں گا، کس مکان میں ہماری لاش رہے گی؟ آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ”نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً اسی (۸۰) سے بھی زیادہ مقام پر نماز پڑھنے کا حکم آیا

ہے، آقائے کونین خود ساری ساری رات مصروف عبادت رہتے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے نبی کی سنت ادا کرنا چاہیے اور نماز جیسی عظیم عبادت کا خوب خوب اہتمام کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ کل بروز قیامت سب سے پہلے اللہ رب العزت پوچھے گا۔ بندہ بتا نماز کی دولت لے کر آیا ہے کہ نہیں؟ تو ہم کیا جواب دیں گے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارے اندر سے خوف خدا نکل گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ملک الموت روزانہ ستر مرتبہ لوگوں کے چہرے کو دیکھتے ہیں۔ جب کوئی ہنستا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تعجب کی بات ہے میں اس کی روح قبض کرنے کو آیا ہوں اور یہ ہنس رہا ہے۔ حدیث مبارک سماعت کیجیے اور مسرت میں جھوم جائیے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آقائے دو جہاں سے دریافت کیا؛ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کسی کا حشر شہیدوں کے ساتھ بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں؛ جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہو وہ شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔" (مکاشفۃ القلوب، ص:۲۰۱)

سبحان اللہ! سبحان اللہ!

ایک مرتبہ اور عقیدت و محبت کے ساتھ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں درود پاک کا نذرانہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عزیزان ملت اسلامیہ! آج سے چند روز قبل ہمارے درمیان سے کوئی رخصت ہوا تو کیا ہم صدا کے لیے یہاں رہیں گے؟ ہرگز نہیں، جانے والا ہم سب کو ایک پیغام دے کر گیا ہے۔ دنیا والو! میں جا رہا ہوں۔ تمھیں بھی اس دنیا سے میری طرح جانا پڑے گا، میں حویلی چھوڑ کر جا رہا ہوں تجھے بھی حویلی چھوڑنا ہے، میں زمین و مکان چھوڑے جا رہا ہوں تجھے بھی چھوڑنا ہے۔ قبر میں آقائے نعمت تشریف لائیں گے یہ میرا ایمان ہے۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک حسین باغ ہے اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بھی۔ جب انسان مر جاتا ہے اور ہم آپ اسے قبر کی گود میں ڈال کر واپس ہوتے ہیں تو قبر کہتی ہے۔ آ، میری گود میں سو جا، اس طرح جس طرح کوئی دلہن سیج پہ سویا کرتی ہے۔

یہ اس کے لیے ہے جو میرے حضور کا وفادار اور اطاعت شعار ہے۔ اور جب مردہ، رسول علیہ السلام کا باغی ہوتا ہے تو قبر دونوں طرف سے اس طرح دباتی ہے کہ دائیں جانب کی پسلی،

بائیں جانب اور بائیں جانب کی پسلی، دائیں جانب ایک دوسرے سے جاکر مل جاتی ہے۔

میرے پیارے بھائیو! قبر میں نیک لوگوں کے لیے اللہ عزوجل کی بے شمار نعمتیں ہوں گی اور بدوں کو قسم قسم کے عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ لہٰذا ہمیں مرنے سے پہلے ہی قبر کے عذاب سے پناہ طلب کرنا چاہیے، برائیوں سے اجتناب اور بھلائیوں سے عمل کی جھولی بھرتے رہنا چاہیے۔

أَللّٰهُمَّ قِنَا مِن عَذَابِ الْقَبْرِ وَارْزُقْنَا نِعَمه الوَافِرَةِ.

ایصالِ ثواب کرنے کی برکت:

چند اشخاص کا خیال یہ ہے کہ دسواں، چالیسواں سے کیا ہوتا ہے؟

ایک حدیث پاک سماعت کیجیے اور خوشی سے مچل جاییے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے درمیان سے گذر رہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے۔

ایک وہ آدمی ہے جو چغل خوری کیا کرتا تھا۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ایک سبز شاخ لی، اسے دو حصہ کیا۔ اور ہر ایک کو دونوں قبر پہ نصب کر دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخ سبز رہے گی اللہ اس کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔ (مشکاۃ شریف)

حضرات محترم! آپ نے سماعت کیا، جب درختوں کی تسبیح سے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے تو پھر غریبوں کو کھانا کھلانے اور قرآن عظیم کی تلاوت کرنے سے مومن مردہ کو قبر میں آرام و سکون کیوں نہیں مل سکتا ہے۔

واقعہ:

حضرت امام حماد مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں فاتحہ پڑھنے کے لیے مکہ شریف کے قبرستان میں گیا تو وہیں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا میدان ہے، اس میدان میں سارے مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر جمع ہو رہے ہیں۔ تو میں نے جانا کہ شاید قیامت آگئی ہے کیوں کہ مردے قیامت کے دن ہی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ لہٰذا میں نے ایک

مردہ سے دریافت کیا۔ کیاقیامت آگئی؟ تواس نے کہانہیں بلکہ ایک مرد مومن کا ہمارے قبرستان کے قریب سے گذر ہواتوانھوں نے سورۂ اخلاص پڑھ کر ہمارے قبرستان والوں کواس کاثواب پہنچا دیا۔ تواللہ رب العزت نے اس قدر ثواب عنایت فرمایاکہ ایک سال سے ثواب کوآپس میں بانٹ رہے ہیں لیکن اب تک ختم نہیں ہواہے۔ پتہ یہ چلاکہ جب سورۂ اخلاص پڑھنے میں اتناثواب ملتا ہے توپوراقرآن پڑھ کراس کاثواب قبرستان والوں کوپہنچانے پر کتناثواب رب عطاکرتاہوگا۔

(ملخص از شرح الصدور)

ہاں، تو میں عرض کررہا تھا موت سب کو آئے گی عورت ہو یا مرد بچہ ہو یا جوان وبوڑھا۔اب ماں بہنوں کی توجہ چاہوں گا. آپ نے کیا سمجھا کہ عورتوں کو موت نہیں آئے گی۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی موت وحیات آپ کے لیے نمونۂ عمل ہے بلکہ دنیا کی تمام عورتوں کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا پر بھی ”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ“ کے قانون قدرت کابھی وہ وقت آیاجس کی گرفت سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔

چناں چہ سرور دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ایک دن شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ گھر تشریف لائے تو دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا آٹا گوندھ رہی ہیں، حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کپڑے دھل رہی ہیں اور پانی گرم کیا جارہاہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بے وقت یہ اہتمام وانصرام دیکھ کرارشاد فرمایا:اے بنتِ مالک حوض کوثر! یہ کیاہورہاہے؟ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کیااب میں آپ سے جداہورہی ہوں۔آنکھیں اشکبار ہیں–اب رحمت جہاں سے ملاقات کاوقت قریب سے قریب ترہوتاجارہاہے۔ اباجان کوآج رات خواب میں میں نے دیکھا، سرہانے کھڑے ہیں، ادھرادھر دیکھ رہے ہیں۔ جیسے کوئی چیز تلاش کررہے ہیں۔ میں نے پوچھاابوجان! آپ کہاں ہیں؟ میں توآتش فرقت میں جل رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا:بیٹی مت گھبرا، بہت جلد مجھ سے ملاقات ہونے والی ہے–اے میرے سرتاج! میراآخری وقت آپہنچا، روٹی اس لیے بناکر بچوں کو کھلارہی ہوں کہ پتہ نہیں میرے بعد روٹی ملے یانہ ملے، کپڑادھل کراس لیے پہنارہی ہوں کہ پتہ نہیں میرے بعد کپڑادھلنے والاملے یانہ ملے،اپنے ہاتھوں سے نہلارہی ہوں، زلفوں کوسنوار رہی ہوں، آخری مرتبہ دونوں شہزادوں کودولھابناکر دیدار کررہی ہوں۔ میرے بعداے میرے سرتاج! آپ

کو دوسری شادی کی اجازت ہوگی۔ ان دونوں شہزادوں کو یتیمی کا احساس نہ ہونا چاہیے۔ پھر عرض کی، آقا میرا جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھانا اور کسی کو موت کی خبر نہ دینا اس لیے کہ میں نہیں چاہتی کہ میری میت کوئی دیکھے۔ آج تک کسی غیر کی نگاہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے۔ پھر دونوں شہزادے کو بلایا، سروں پہ دست شفقت پھیرا، پیار کیا، دونوں بچوں کو سینے سے لگاکر زار وقطار روتی اور چند باتیں کچھ اس طرح کہتی ہیں۔ میرے جگر کے ٹکڑے! بڑے لاڈو پیار سے میں نے تجھے پالا ہے۔ دن کا چین، راتوں کی نیند میں نے تیرے اوپر نثار کی ہے۔ مگر اب معلوم نہیں میرے بعد تیرا کیا حال ہوگا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے بڑے ہیں ان کا احترام کرنا۔ اور اے حسن! یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے چھوٹے ہیں، ان سے پیار کرنا۔ اپنے بیٹوں سے آخری باتیں کر رہی تھیں۔ لیکن ان دونوں کو معلوم نہیں تھا کہ ہماری پیاری ماں ہم سے جدا ہو رہی ہے۔ آج ہماری ماں کی چادرِ محبت ہمارے سروں سے اٹھ رہی ہے۔ اور بیٹی زینب کو بلاکر گلے سے لگایا اور فرمایا: بیٹی زینب اپنے دونوں بھائیوں کا خیال رکھنا، انھیں اداس نہ ہونے دینا، جب تک تو زندہ رہے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ کرنا۔ دونوں شہزادوں اور بیٹی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تلقین کرنے کے بعد خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار گاہ الٰہی میں سربسجود ہوگئیں اور عرض کی میرے پروردگار! صدقہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری تمام خطائیں معاف فرما۔ میرے خالق تو خوب جانتا ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میری آنکھوں نے سوائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ اس لیے اے میرے رب! اگر تو روح قبض کرنے کے لیے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجے گا تو مجھے کوئی شکایت نہیں لیکن میرے پردہ میں ضرور فرق آئے گا۔ اس لیے مولیٰ اس فاطمہ کی تجھ سے التجا ہے کہ میری روح تو خود ہی قبض کرنا۔ چناں چہ زہرہ کی التجا بار گاہ خدا میں مقبول ہوئی اور خدائے پاک نے خود ہی فاطمہ کی روح قبض فرمائی۔ اس شان سے جگر گوشۂ رسول ۳/ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات کو اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئیں۔ خاتون جنت کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اشکبار تھیں، زبان پر کلمۂ صبر وشکر تھا، شہزادوں کی حالت قابل رحم تھی، وہ ماں کے جسم سے لپٹ کر خود روتے اور سب کو رلاتے رہے اور کہتے امی جان! اب مجھے غسل کون کرائے گا؟ میری زلفوں کو کون سنوارے گا؟ ہم روئیں

گے تو چپ کون کرائے گا؟ مدینہ میں ایک حشر برپا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کی آنکھیں ساون بھادو کی طرح برس رہی تھیں، بار بار بے ہوش ہوجاتیں، ہوش آتا تو پھر ماں کے قدم ناز سے لپٹ جاتیں۔ آخر شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دونوں بچوں اور بیٹی کو سنبھالا، پیار کیا، پھر شہزادی اسلام بنت رسول کا جنازۂ مبارکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیوی محترمہ (حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا) نے تیار کیا، غسل دیا، کفن پہنایا اور گہوارہ تیار کیا اور پھر آدھی رات کو مادرِ سید الشہدا کا جنازہ اٹھایا گیا اور جنت البقیع میں جسد اطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

(ملخص از مدارج النبوۃ وخاک کربلا، ص:۴۱، مکتبہ رضویہ)

میری ماں بہنو! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کس قدر پردہ کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ میری ماں بہنو! میں جانتا ہوں تم فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نہیں بن سکتی مگر کنیز فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تو بن سکتی ہو۔

موت سے کس کو رست گاری ہے
آج وہ تو کل ہماری باری ہے

وماعلینا إلاالبلاغ.

****

شادی اور اسلام

الحمد للہ ربِّ المشرِقَین وربِّ المغرِبَین والصلوۃ والسلام علی سیِّد الکونَین و علی الہ و اصحابہ الذین فازوافی الدار ین. أما بعدُ:

فأعوذ با للہ من الشیطٰن الرجیم .بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.(پ:٤،س:النساء،آیۃ:١٩)

صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبي الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکر ین والحمد للہ رب العلمین.

ظلم کے ہاتھ سے بیٹی کو بچانے والے / بن کے رحمت مرے سرکار ہیں آنے والے

بیٹی رحمت ہے اسے زندہ دفن مت کرنا / میرے آقا ہیں یہ پیغام سنانے والے

آج کی بیٹیاں کل مائیں بنیں گی بے شک / ہوش میں آ ذرا بیٹی کو ستانے والے

فاطمہ زہرا کی سیرت پہ عمل کر پہلے / اپنے ہوجائیں گے پھر ظلم کے ڈھانے والے

کیوں نہ ہو اس کا زمانے میں مقدر اعلیٰ / جو ہیں حق بیٹی کو دنیا میں دلانے والے

بیٹیاں لاتی ہیں رحمت یہ تبارک سنیے
رب کے محبوب ہیں یہ بات بتانے والے

(تبارک میاں قادری)

بارگاہ رسول پاک ﷺ میں تحفۂ درود پاک پیش فرمائیں باآواز بلند۔

اللھم صل علی سیدِنا محمدٍ وعلی الہ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ.

میں نے ابھی جس آیت کریمہ کی تلاوت کی، اس کا صحیح اور واضح ترجمہ ہے کہ اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، اور کہیں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" (پ:۲،س:البقرہ،آیت:۱۸۷)
ترجمہ:وہ تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔
اور کہیں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:
"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" (س:النساء،آیت:۳٤)
ترجمہ:مردوں کو رب نے عورتوں پر حاکم بنایا۔
ایک مرتبہ اور درود پاک کا ورد کر لیا جائے۔صلی اللہ علی محمد ﷺ
حضرات محترم!حکیم بن معاویہ سے روایت ہے کہ انھوں نے سرکار مدینہ،راحت قلب وسینہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہر شخص پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟آپ نے فرمایا:جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ،خود کپڑے پہنو تو اسے بھی پہناؤ،اس کے چہرے پر نہ مارو،اس کو بد دعا نہ دو اور اگر اس سے ترک تعلق کرو تو صرف گھر میں کرو۔(ابوداؤد)
حضرات محترم!آج لوگ دین داری اور پرہیز گاری بعد میں دیکھتے ہیں۔لیکن مال داری اور زمین داری پہلے دیکھتے ہیں کہ بیٹی والا مالدار ہے کہ نہیں،دسترخوان بہتر ہے کہ نہیں،مکان خوبصورت ہے کہ نہیں؟لیکن آؤ دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا نظریہ اور ان کے ارشادات کیا ہیں؟مصطفٰی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:
"تُنْكَحُ الْمَرأَةُ لِأَرْبَعَ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَ لِدِينِهَا فَاظْفُر بِذَاتِ الدِّيْنِ."(بخاری ومسلم)
ترجمہ:شادی کے چار داعی ہوتے ہیں اس کا مال،اس کا حسب،اس کا جمال اور اس کا دین۔تم دین والی کو اختیار کرو۔
"لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ يُرْدِيهِنَّ وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ فَعَسٰى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّينِ، وَلَأَمَةٌ خَرْمَاءُ سَودَاءُ ذَاتُ دِينٍ أَفْضَلُ".(ابن ماجہ)
ترجمہ:عورتوں سے شادی کی بنیاد محض ان کے حسن کو نہ بناؤ۔ان کا حسن ان کو تباہی میں ڈال سکتا ہے۔اور ان کی دولت وثروت کو بھی شادی کی بنیاد نہ بناؤ۔ہو سکتا ہے کہ ان کی دولت انھیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔لیکن دین کی بنیاد پر شادی کرو۔کالی کلوٹی دیندار کنیز زیادہ اچھی ہے۔

یہ حدیث ان نوجوانوں کے لیے سبق آموز ہے جو حسن وجمال کے رسیا اور مال ودولت کے دلدادہ ہیں اور مال ودولت دیکھ کر شادی کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مال و دولت دیکھ کر شادی مت کرو بلکہ تقویٰ وطہارت، دینداری و پرہیز گاری دیکھ کر شادی کرو۔ اور ہمارے اسلاف نے ارشادات رسول ﷺ پر عمل کرکے دکھایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع سے ارشاد فرمایا:

”أَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا المرْأَةُ الصَّالِحَةُ“ (مسلم)

پوری دنیا متاع ہے اور بہتر متاعِ دنیا نیک اور صالح عورت ہے۔

واقعہ:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشہور تابعی محدث ہیں۔ آپ کی صاحبزادی بڑی نیک و پارسا اور پاک سیرت تھیں۔ ان کے زہد وتقویٰ کا شہرہ سن کر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کے لیے رشتہ بھیجا۔ مگر حضرت نے خلیفۂ وقت کو صاف منع کر دیا جس کی وجہ سے خلیفہ آپ سے ناراض رہنے لگا۔ عبداللہ نام کے ایک آدمی اکثر آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ وہ کئی دنوں تک نہیں آئے۔ حضرت نے غیر حاضری کے حوالے سے دریافت کیا۔ غیر حاضری کی وجہ کیا ہے؟ توانھوں نے بتایا حضور! میری بیوی کا وصال ہو گیا تھا۔ اس لیے حاضری نہ ہوسکی۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں بھی جنازہ میں شریک ہوتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر جانے لگے تو آپ نے دریافت کیا۔ کیا تم نے دوسری شادی کرلی؟ جواباً عرض کیا حضور اب مجھ جیسے غریب ومفلس آدمی سے کون اپنی بیٹی کی شادی کرے گا۔ اب تو میں بالکل مفلس ونادار ہو گیا ہوں، میرے پاس سوائے تین درہم کے کچھ نہیں ہے۔ اتنا سننے کے بعد اسی مجلس میں آپ (حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کی شادی اپنی اسی لڑکی سے کر دی جس کے لیے خلیفۂ وقت نے اپنے لڑکے کا پیغام بھیجا تھا۔ آپ نے اپنی طرف سے رخصتی کا اہتمام کرکے صاحبزادی کو روانہ کیا۔

حضرات محترم! میں نے جس آیت مقدسہ کی تلاوت کی ہے۔ اللہ رب العزت قرآن

مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: "عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، عورتوں کے ساتھ حسن وسلوک سے پیش آؤ۔

حقوق زوجین احادیث کریمہ کی روشنی میں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں اچھے اور زیادہ بھلائی والے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔

(ترمذی شریف)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں وہ آدمی زیادہ بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو۔ اور میں اپنی بیویوں کے لیے بہت اچھا ہوں۔ (ترمذی شریف)

(۳) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عورتوں کو نوکر یا غلام کی طرح مت مارو اور تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (ترمذی شریف)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمھیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔

(بخاری و مسلم)

عزیزان ملت اسلامیہ! آج ہماری ماں، بہنیں بات۔ بات پر شوہر کو گالی دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لیکن شریعت مطہرہ نے جہاں مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، پیار و محبت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے وہیں عورتوں کو بھی حکم دیا ہے کہ اپنے شوہروں کی اطاعت گزار اور فرماں بردار بن کر رہیں، مرد کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی شریک حیات اور ہمراز بن کر رہیں۔

ہمارے حضور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرے۔ تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

نصیحت آموز واقعہ:

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب (احیاء العلوم) میں نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ایک آدمی نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے کچھ اس

طرح کہا۔ کہ جب تک میں سفر سے واپس نہ ہوجاؤں تم چھت سے نہ اترنا۔ بیوی نے وعدہ کر لیا اور شوہر سفر پر روانہ ہوگیا۔ ادھر عورت کے باپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ عالم یہ ہوا کہ زندہ رہنے کی امید باقی نہ رہی۔ پوری بستی دیکھنے کو آئی مگر وہ بیٹی دیکھنے کو نہ آئی جسے اس باپ نے بڑے لاڈو پیار سے پالا تھا۔ اخیر میں اس دکھیاری عورت نے ایک قاصد کو بارگاہ رسول میں بھیجا، پوری کیفیت بیان کرنے کے بعد اجازت مانگ رہی ہے۔ یا رسول اللہ! کیا میں اپنے باپ کی عیادت و تیمارداری کو جاسکتی ہوں؟ حکم ہوا کہ شوہر کا انتظار کریں۔ باپ کا عالم یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے روح پرواز کر گئی۔ زمانہ غسل دے رہا ہے مگر بیٹی آنسوں بہا رہی ہے، زمانہ کفن پہنا رہا ہے مگر بیٹی کی آنکھیں ساون بھادو کی طرح برس رہی ہیں۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہوا پھر دوسری مرتبہ قاصد کو بھیجا اور کہا جا میرا پیغام لے کر کہ میرے والد بیمار تھے، لیکن میں دیکھنے کو نہ گئی، روح پرواز کر گئی لیکن میں دیکھنے کو نہ گئی، لوگوں نے غسل دیا، لیکن میں دیکھنے کو نہ گئی، اب لوگ جنازہ لے کر سوئے قبرستان جا رہے ہیں۔ یا نبی اکرم ﷺ! کیا میں مرے ہوئے باپ کی صورت دیکھ سکتی ہوں؟ کیا میں آخری مرتبہ والد کی زیارت کر سکتی ہوں؟ مگر بارگاہ رسالت سے پھر وہی جواب ملا وہ اپنے شوہر کی اطاعت و پیروی کرے۔ حاصل یہ کہ اس کے باپ کی تجہیز و تکفین ہوگئی۔ لوگوں نے اس کے باپ کو شہر خموشاں پہنچادیا۔ مگر بیٹی آخری مرتبہ بھی باپ کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس قاصد سے فرمایا: جا اس خاتون سے کہہ دینا کہ اس نے اپنے شوہر کی اطاعت کی ہے۔ اللہ رب العزت نے خوش ہو کر اس کے باپ کو بخش دیا ہے۔ (ملخص از احیاء علوم الدین، کتاب النکاح، ج:۲، ص:۳۲)

نوٹ: مذکورہ حدیث فقط ترغیب کے لیے ذکر کی گئی ہے ورنہ اس حدیث پر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ عورت بلا اجازت شوہر اپنے والدین سے مل سکتی ہے بشرط کہ رات اپنے شوہر کے پاس گزارے۔ واللہ اعلم بالصواب

سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ ہے اسلام کی وہ مقدس شہزادی جس کی دینداری و پرہیزگاری کی گیت تمام عورتیں گاتیں رہیں گی۔ یہ وہ مقدس خاتون ہے جس نے اپنے حسن عمل سے اپنے والد ماجد کو ''جنت الفردوس'' میں پہنچادیا۔ لیکن آج کل کی چند عورتیں اپنی بداخلاقی سے شوہر کو پاگل خانے کی ''اندھیری کوٹھری'' یا ''جیل خانہ'' میں بھیج رہی ہیں۔ دنیا میں پاگل مردوں کی

تعداد عورتوں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۴۷ ریا ۴۸ر فیصد مرد اپنی عورتوں کی بدتمیزی اور جھگڑا کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ اچانک ”پولیس اسٹیشن“میں فون کی گھنٹی بجی ”ہیلو۔ہیلو“ داروغہ نے پوچھا کون؟ آواز آئی ”سر“بچا لیجیے،ایک عورت اپنے شوہر کو پیٹ رہی ہے۔داروغہ نے پوچھا آپ کون؟ کہا میں اسی عورت کا مظلوم شوہر ہوں جس کی پٹائی جم کر ہو رہی ہے۔”سر“ آکر بچایئے۔

میری پیاری ماں اور بہنیں غور کریں کہ شوہر کی فرماں برداری ہمیں جنت کی راہ دکھاتی ہے اور شوہر کے قدموں میں ہماری جنت ہے۔

بیٹی کی اہمیت و فضیلت:

حضرات محترم!آج دنیا کی حالت یہ ہے کہ جب گھر میں بچہ (لڑکا) پیدا ہوتا ہے تو اس کا پورا خاندان مسرت و شادمانی میں جھوم جاتا ہے مگر جب بچی (لڑکی) پیدا ہوتی ہے تو پوری فیملی مغموم ہو جاتی ہے،مولیٰ یہ کیا ہوا!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس شخص کی بیٹی پیدا ہوئی اور اس نے نہ اسے زندہ دفن کیا،نہ اسے بے وقعت سمجھا،نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دی تو اللہ رب العزت اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔(ابن ماجہ)

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کی،انھیں پڑھایا،سکھایا،ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کر دی تو وہ جنتی ہو گیا۔(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس تین بیٹی ہو وہ جنتی ہے۔کسی دیوانے نے دریافت کیا، حضور!اگر کسی کے پاس دو بیٹی ہو؟ تو آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بھی جنتی ہے۔پھر دوسرے نے عرض کیا، حضور!اگر کسی کے پاس ایک ہی بیٹی ہو؟ تو آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بھی جنتی ہے۔

حضرات محترم!عورت کا ہم پہ بے حد احسان ہے۔اس لیے کہ جو آج بیٹی ہے وہی کل ماں بنتی ہے،وہی کسی کی پھوپھی اور کسی کی خالہ بنتی ہے۔رب قدیر کی جنت بے نور و رونق تھی جب تک

”حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ جب اللہ رب العزت نے حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرمایا تو جنت بارونق ہو گئی۔

حضرات محترم! آج اکثر مقامات پر دین مہر کے لیے جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خطبۂ نکاح رب قدیر نے پڑھا، جنت کو آراستہ کیا، شجر طوبیٰ کے نیچے فرشتوں کی برات سجائی، حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا سے قریب ہونا چاہتے تھے۔ فرشتوں نے کہا اے آدم! ابھی ٹھہرو پہلے ان کا مہر ادا کرو پھر ہاتھ لگاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اُن کا مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تین بار اور ایک روایت کے مطابق ۱۷/ بار درود شریف پڑھو یہی ان کا مہر ہے۔ (صاوی، ج:۲، ص:۶)

محترم ساتھیو! نکاح میں مہر دینا ضروری ہے، یہ حق شرع ہے اور حق زوجہ بھی، مہر ہم اپنی خواہش سے نہیں رکھ سکتے۔ شریعت اسلامیہ نے کم سے کم مہر ۱۰/ درہم مقرر فرمایا ہے، ۱۰/ درہم سے کم مہر نہیں رکھ سکتے۔ ۱۰/ درہم تقریباً ۳۳/ گرام چاندی کے مساوی ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ ۷۸۶/ روپے مہر رکھا کرتے ہیں یہ غیر درست ہے۔

کل یعنی آمد اسلام سے قبل لوگ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ جب آمد رسول ہوئی، رحمت والے نبی ارشاد فرماتے ہیں اے لوگوں انھیں زحمت مت جانو۔ یہ تو رب کی جانب سے رحمت بن کر آئی ہیں۔ ایک حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں:

ایک آدمی بارگاہ رسول میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ میں بتوں کی بندگی کرتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کی بات ہے ہم لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے میں دریغ نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے گھر سے باہر سفر کا ارادہ کیا ان دنوں میری بیوی حاملہ تھی۔ جاتے۔ جاتے میں نے اس سے کہا کہ میں جا رہا ہوں، میری عدم موجودگی میں اگر لڑکی پیدا ہو تو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینا، میری آمد کا انتظار مت کرنا۔ اور گھر میں اگر بیٹا کی صورت میں نئے مہمان کی آمد ہو تو خوب اچھی طرح پرورش کرنا۔ جب میں سفر سے واپس ہوا تو گھر کے صحن میں ایک حسین و جمیل چاند سی بہت ہی خوبصورت بچی کو کھیلتے دیکھا۔ تو میں نے دریافت کیا میری شریک حیات یہ کون ہے؟ اور کس باغ کی کلی ہے؟ میری بیوی میرے ڈر سے بول اٹھی: میرے سرتاج آپ کے جانے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تھی، آپ کے حکم کے مطابق میں نے اسے مار ڈالا، یہ پڑوسن کی بچی ہے۔ کبھی۔ کبھی دل

بہلانے کے لیے لے آتی ہوں۔ دیکھتے دیکھتے مجھے بچی سے بے حد محبت ہوگئی اور ہم ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرنے لگے۔ جب میری بیوی نے دیکھا اب دونوں باپ اور بیٹی میں اتنی گہری محبت ہوگئی ہے کہ اب راز سے پردہ ہٹانے میں کوئی دقت و دشواری نہیں ہے۔ چناں چہ ایک روز بڑے پیار سے بیوی نے کہا۔ میرے سرتاج ایک راز کی بات آپ کو بتاؤں جس بچی سے آپ محبت کرتے ہیں وہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ اپنے چمن کی حسین کلی ہے، گلشن آرزو کا مہکتا ہوا یہ گلاب اپنی لاڈلی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ میری آنکھوں میں اس بچی کی موت کی تصویر جھلکنے لگی۔ بستی والے میرا مذاق اڑائیں گے۔ چند باتیں مجھے بار بار ستانے لگیں کہ کوئی میرا داماد بنے گا اور میں کسی کا خسر، (سُسُر) یہ شرمندگی کی بات ہے۔ رات کی تاریکی میں اس بچی کو میں نے اٹھایا اور ایک بیابان جنگل کی طرف چل پڑا۔ بچی نے عرض کیا ابو! ہم لوگ کہاں جارہے ہیں؟ میں نے جواباً کہا ایک دعوت پر تھوڑی دور نکلنے کے بعد میرے پاؤں میں خار چبھ گیا، خون بہنے لگا، بچی اپنے دوپٹہ کے پلو سے خون صاف کرتی اور کہتی ہے ابو گھر واپس چلیے والد کا خون بہا کر میں دعوت کی روٹی نہیں کھانا چاہتی ہوں۔ میں نے اس کی ایک نہ سنی، آگے بڑھا اور گڈھا کھودنے لگا۔ جب گڈھا تیار ہوگیا، بچی کو گڈھے میں اتار کر مٹی برابر کرنے لگا۔ تو بچی چیخ پکار کر کے مجھ سے زندگی کی بھیک مانگتی رہی، مگر میرے سینے میں پتھر کا دل تھا جو نہ پسیجا، آخر کار چند لمحوں میں وہ بچی ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔ رسول کائنات ﷺ کی چشمان رسالت و نبوت ساون بھادو کی طرح برستی رہیں، آپ نے اس شخص کو اسلام کی دعوت دی صحبت رسول ﷺ کی برکت سے اس کا دل روشن ہو گیا اور کلمہ پڑھ کے اسلام کے دامن میں آگیا۔ (ملخص از شرح الصدور)

یقیناً آمد رسول ﷺ سے چمن عالم میں مسرت و شادمانی کی بہار آئی، مایوسیوں نے مسکراہٹوں کا لبادہ اوڑھا، شام غم کی چھاؤں میں مسرتوں نے انگڑائی لی، باغ انسانیت میں رحمت و نور کے گلاب کھلنے لگے اور دبنے والی بیٹیوں کو پیام مسرت ملا۔ مت گھبرا رحمت عالم آگئے۔

رحمت دوعالم کا مرتبہ نرالا ہے ۔۔۔ آمد محمد سے ہر طرف اجالا ہے

(تبارکؔ میاں قادری)

وما علینا إلا البلاغ

****

اِصلاحِ معاشرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحمدہ ونُصلي علیٰ رسولِہِ الکریم
اَما بعدُ:
فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝" (سورہ: اعلیٰ، آیت: ۱۴)

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبي الکریم ونحن علیٰ ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العٰلمین.

اپنے کردار سے تعلیم وفا دیتے ہیں ۔۔۔ سچ ہے دشمن کو بھی سرکار دعا دیتے ہیں
مصطفیٰ وادیٔ صہبا میں علی کی خاطر ۔۔۔ ڈوبے سورج کو اشارے سے بُلا دیتے ہیں
آہی جاتے ہیں اِعانت کے لیے طیبہ سے ۔۔۔ جب بھی دیوانے انھیں دل سے صدا دیتے ہیں
تو کہاں اور کہاں شاہِ دنیٰ کا رُتبہ ۔۔۔ اپنی اوقات کو کیوں لوگ بھلا دیتے ہیں
کیا سمجھ پاؤ گے محبوب خدا کی عظمت ۔۔۔ پل میں بندے کو وہ مولیٰ سے ملا دیتے ہیں

ضد پہ آتے ہیں تبارک جو غلامانِ نبی
پل میں وہ کفر کی بنیاد ہلا دیتے ہیں

(تبارک میاں قادری)

ایک مرتبہ درود پاک کا تحفہ عقیدت ومحبت کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ صلی اللہ علیٰ محمد ﷺ

میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے اس کا صاف اور واضح ترجمہ یہ ہے کہ "کامیاب

وہ ہوا جس نے اپنے آپ کو صاف بنالیا۔"

حضرات محترم! آج ہماری بستی کے اندر بے شمار ایسے کام ہورہے ہیں جن سے قوم مسلم نہایت ہی تباہ و بربادی کی آغوش میں دکھائی دے رہی ہے۔ خواہ وہ شادی کی تقریب ہو یا ختنہ کی تقریب، آپ یوں سمجھیے کہ جو بھی ہماری تقریبات ہیں اس میں کہیں نہ کہیں ایسی باتیں دکھائی دیتی ہیں جو ہمیں گمراہی کی تاریک راہوں پر چلانے والی ہیں۔

مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے مگر آج ایسا نہیں ہوتا۔ ایک انسان اپنی بچی کے نکاح کی تاریخ مقرر کرلیتا ہے۔ نہایت غریب ہے۔ مسجد کا پڑوسی ہے۔ لڑکے والے سے بڑے میٹھے انداز میں کہتا ہے کہ بھائی صاحب! اگر نکاح مسجد میں ہوجائے تو کیسا ہے؟ دولھے کا باپ بگڑ گیا اور کہا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ پوچھا کیوں؟ جواب دیا سمدھی صاحب اس میں ۷۰ ر فیصد وہی لوگ رہیں گے۔ پوچھا کون؟ کہا شرم آتی ہے۔ مجبوری کی بنیاد پہ کہہ رہا ہوں۔ جو کبھی کبھار شادی کے موقع سے ایک دو گلاس چلاتے ہیں۔

حضور ﷺ کا قول سنیے اور مچل جائیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا" نکاح کے وقت مسجد میں بیٹھ جایا کرو۔"

مسجد میں نکاح کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کا چمن شاداب رہے گا، دونوں میں خوب محبت قائم رہے گی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس آدمی کا نکاح مسجد میں ہوگا اس میاں بیوی کے مابین ہمہ وقت اتفاق رہے گا۔ اور بعد نکاح دونوں کے درمیان محبت والفت قائم رہے گی۔ آئیں پورا مجمع مل کر دعا کریں۔ اگر آپ پاکی کے عالم سے باہر ہیں تو پھر آپ کی دعا کیسے رب کعبہ قبول فرمائے گا؟ دعا کیسے کی میرے نبی ﷺ نے سنیے اور اپنے اندر بیداری پیدا کیجیے "كما قال رسول الله ﷺ بارَكَ اللهُ فِيكُم و بارَكَ لكم" رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تمھاری ہر چیز میں برکت عطا فرمائے اور تمھیں برکت والا کرے۔

ولیمہ کیا ہے؟

ولیمہ کھانے، پینے کی ایک دعوت ہے جو نکاح کے موقع پر ازدواجی اجتماع کے بعد کی جاتی ہے۔

لفظ "ولیمہ" اجتماع کے معنی میں ہے۔ ولیمہ کی دعوت اپنی حیثیت کے مطابق کرنا چاہیے۔ جتنی لمبی چادر ہو اسی کے مطابق پاؤں پھیلانا چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

(بخاری شریف، ج:۳، ص:٤٤٩)

ایک اور حدیثِ پاک جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

برا کھانا ولیمہ کا وہ ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقرا چھوڑ دیے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو ترک کیا (بلا سبب انکار کر دیا) اس نے اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(بخاری شریف، ج:۳، ص:٤٥٥)

آپ آئے دن دیکھتے ہیں کہ ولیمہ کی دعوت دی جاتی ہے مگر کچھ لوگ دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پانچ سال سے تجھ سے سلام و کلام بند ہے پھر دعوت کیسی؟ نہ تو میرا نہ میں تیرا۔ جا جا اپنی بریانی اپنے پاس رکھ۔

حضرات محترم! ہمارا سینہ کینہ سے پر ہے۔ جب کہ ہمارا سینہ رسول کی محبت کا مدینہ ہونا چاہیے۔ آج غیبت اور چغل خوری عام ہے، بدگمانی کی بنیاد پر ایک انسان دوسرے انسان کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ ایک دوسرے کی شکایت سرعام ہو رہی ہے۔

حضرات محترم! ان تمام چیزوں سے نجات پانے کے لیے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت ہی احسن نسخہ اپنی امت کو عطا فرمایا ہے اور وہ ہے "سلام" جسے کرنے سے آپس کی دوریاں دور ہوتی ہیں اور دلوں میں الفت و محبت کی کلیاں کھِل اُٹھتی ہیں۔

سلام کی اہمیت و فضیلت احادیث کی روشنی میں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کی کون سی چیز سب سے افضل ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانتے ہو اور جسے نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔"

(بخاری شریف، ج:۱، ص:١٦)

فائدہ: محترم سامعین! آپ نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر(شخص) مسلمان سے سلام کا حکم فرمایا؛ خواہ اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانے۔ لیکن آج ہم صرف انھیں کو سلام کرتے ہیں جنھیں پہچانتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی کا یہ طرز بدلنا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہوگے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو، وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام پھیلاؤ۔" (مسلم شریف، ص:٤٧)

میرے پیارے دوستو! آج ہمارا حال یہ ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے تو سوچتے ہیں کہ اگر میں پہلے سلام کروں تو کہیں میرا مرتبہ نہ گھٹ جائے، کہیں میں اس سے چھوٹا نہ ہو جاؤں، گاؤں والے کیا کہیں گے، مجھے کہہ لینے دیا جائے، مسلمانو! تم دنیا مت دیکھو کہ دنیا کیا کہہ رہی ہے؟ زمانہ کیا کہہ رہا ہے؟ ہمارے اعزا و اقربا کیا کہہ رہے ہیں؟ بلکہ رسولِ ہاشمی ﷺ کا ارشاد دیکھو نبیِ کریم ﷺ نے سلام میں پہل کرنے والے کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمتِ الٰہی کا زیادہ مستحق ہے۔" (سنن ابی داؤد، ج:٤، ص:٤٤٩)

ایک اور حدیث پاک ملاحظہ کریں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پہلے سلام کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہے۔

(شعب الایمان، ج:٦، ص:٤٣٣)

میرے ساتھیو! ٹوٹے دلوں کو جوڑنے کا کام کرو اور جتنا زیادہ ہو سکے آپس میں سلام عام و تام کرو، اس لیے کہ ہم نے جس رسول گرامی وقار ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے انھوں نے اپنی پاک سیرت کی بنیاد پر عالمی پیمانہ پر مذہب اسلام کو پھیلایا ہے اور پوری دنیا کو امن وامان اور سکون و شانتی کا پیغام دیا ہے۔

اخلاق رسول ﷺ کا آئینہ:

آؤ اخلاق رسول کا حسین جلوہ دیکھیں۔ سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ مکۃ المکرمہ سے

ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لارہے ہیں، اہل مدینہ اپنے اپنے گھر اور گلی کوچے کو عقیدت و محبت سے سجارہے ہیں، پلکیں بچھائیں، راہوں کو سجایا سراپا منتظر ہیں۔ "دو مکان" جن کے پاس تھا ایک مکان ان کے حوالے کر دیا جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ شریف آئے ہیں۔ اہل مدینہ نے اس طرح امداد کی جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مدینہ میں رہنے والے ہر کسی کی تمنا تھی کہ مدنی سرکار میرے گھر تشریف لائیں، حضرت کی اونٹنی میرے دروازے پہ ٹھہرتی۔ لیکن حضور پر نور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں وہیں قیام کروں گا جہاں میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔

وہیں قیام کیا سرور دوعالم نے
جہاں پہ بیٹھ گئی اونٹنی مدینے میں

(تبارکؔ میاں قادری)

حضرات محترم! اخلاق رسول کی مقدس باتیں چل رہی تھیں۔ غور سے سماعت فرمائیں۔ سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، شہنشاہ مدینہ، آقائے رحمت، شمع بزم نبوت ورسالت، ڈوبے سورج کو لوٹانے والے، چاند کو دو حصوں میں تقسیم فرمانے والے، بنجر زمین پر رحمت و نور کا گلاب کھلانے والے، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر پتھر برسائے جارہے ہیں، پتھروں کی برسات ہو رہی تھی مگر مصطفیٰ ﷺ مسکراتے رہے۔ آپ ﷺ پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈھائی جا رہی تھیں لیکن آپ ﷺ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ وہ قدم نبوت ورسالت جسے روح الامین [حضرت جبرئیل امین علیہ السلام] فرشتوں کے سردار اپنے ہونٹوں سے چومتے ہیں مکہ کے کافر انھیں قدمِ نازنین کو زخم آلود کرتے ہیں، راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں، نبیِ پاک ﷺ کے قدم مبارک خون آلود ہو جاتا ہے۔ لیکن جواب میں راہوں کو خار سے نہیں بلکہ محبت ورحمت کے پھولوں سے سجارہے ہیں، راستے پر جب کوئی گڑھا دکھائی دیتا ہے تو اس پر محبتوں بھری مٹی ڈال دیتے ہیں۔

مصطفیٰ کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو گلشن انسانیت شاداب ہوا، گلاب و جوہی کھلنے لگے، رحمت و نور کی بارش ہوئی، جہان محبت وفرحت سے پر نور ہوا، رفتہ رفتہ اسلام کی

روشنی دنیا میں پھیلنے لگی، نبی پاک ﷺ کے حیات بخش فرامین اور آپ کی روح پرور ارشادات نے دنیا میں باہمی الفت و محبت اور امن و آشتی کی ایک نئی قندیل روشن فرمائی۔ ایک جہاں اس قندیلِ ہدایت سے روشنی پا رہا ہے اور مستقبل میں انشاء اللہ نور یاب ہوتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے برادرانِ وطن نے بھی اپنی کتابوں میں اس آخری رسول ﷺ کی سیرت شریف کا جہاں آباد کر رکھا ہے اور اپنے اندر پیار کا قاموس بہا دیا ہے۔

محترم حضرات! رحمت والے آقا نورِ مجسم ﷺ کی بارگاہ میں چند یہودیوں نے عرض کی آقا! آج شب ہم لوگ یہیں قیام کرنا چاہتے ہیں۔ سرکارِ مدینہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی اور حکم صادر فرمایا کہ ایک ایک مہمان اپنے اپنے گھر لے جاؤ۔ سارے مہمان دیوانوں کے حوالے کر دیا مگر ایک مہمان رہ گیا۔ سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کیوں نہیں گئے؟ وہ مسافر عرض کرتا ہے۔ میں زیادہ خور ہوں۔ اسی بنیاد پر لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ نبی کونین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں چلو تم یہیں کھانا کھا لوگے۔ وہ مسافر جب کھانے کو بیٹھا تو اس قدر کھایا کہ طبیعت خراب ہو گئی اور حالتِ نیند میں بسترِ ناز کو غلاظت سے بھر دیا۔ آنکھیں کھلیں تو وہ مسافر کافی گھبرا کر بھاگنے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد اسے یاد آیا کہ میرے پاس جو قیمتی تلوار تھی وہ اسی بستر پر رہ گئی جہاں میں سو رہا تھا۔ وہ مسافر فوراً واپس ہوا اور جب کاشانۂ نبوت سے قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مقدس ہاتھوں سے اس گندگی کو صاف کر رہے ہیں۔ وہ مسافر حیرت میں پڑ گیا، غور سے دیکھنے لگا اور اندر ہی اندر تصور کی دنیا میں کھو گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا، جب رسول کی سیرت اتنی اچھی ہے تو اس رسول کا اسلام کتنا اچھا ہوگا۔ فوراً وہ قبولِ اسلام کے لیے تیار و آمادہ ہو گیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مقدس مذہب اسلام کے دامن میں آ گیا۔ (سیرت رسول اکرم ﷺ)

مرنے کی طرف دیکھ نہ جینے کی طرف دیکھ گر چاہیے جنت تو مدینہ کی طرف دیکھ

(تبارک میاں قادری)

حضرات محترم! ایک مسافر جو غیر مسلم تھا، سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہ ناز میں آیا اور اس نے عرض کی حضور! مجھے سواری کی ضرورت ہے۔ تو پیارے آقا ﷺ نے آواز دی؛ ہے کوئی جو اس کی مدد کرے۔ تو عُبادہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضور! یہ سواری ہے

اسے قبول فرمائیے۔ مسافر کہتا ہے آقا! آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس کپڑا بھی نہیں ہے۔ آقائے کائنات ﷺ نے آواز دی؛ ہے کوئی جو اس کی مدد کرے، اللہ اس کے لیے جنت کے جوڑے کا اہتمام کرے گا۔ تو مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر اطہر اتار کر دے دی۔ مسافر پھر عرض کرتا ہے کہ اے رحمت عالم ﷺ! اے بے بسوں کے بس! اے غریبوں کو کھانا کھلانے والے! اے بے چاروں کے چارہ ساز! مجھے بھوک بھی لگی ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہے کوئی جو اس کی مدد کرے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور ہاتھ پکڑ کر سیدہ خاتون جنت، جگر گوشۂ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدے پر حاضر ہوگئے اور عرض کی اے بنت رسول ﷺ! یہ مسافر بھوکا ہے، آپ کھانے کا اہتمام فرمائیے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نگاہیں اٹھا کر حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو آنکھیں اشکبار ہوگئیں، گھر میں چار دن سے فاقہ چل رہا ہے، سر اقدس سے چادر مبارک اتار کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا اور فرمایا شمعون یہودی کے پاس جاؤ اور یہ چادر گروی رکھ کر اس کے بدلے جو سامان ملے لے آؤ۔ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی کے پاس پہنچے تو یہودی نے دریافت کیا۔ یہ چادر کس کی ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کی ہے۔ اسے رکھ لو اور اس کے عوض کچھ غلہ دے دو۔ یہودی رونے لگا اور کہا میرے پاس ایک کتاب "توریت" ہے جس میں یہ تمام واقعہ تحریر ہے۔ یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک مسافر کی خاطر خاتون جنت اپنی چادر مبارک گروی رکھ کر کھانے کا اہتمام کرے گی۔

کیسے صابر ہیں محمد کے گھرانے والے　　　بھوکے رہ کر بھی غیروں کو کھلانے والے

و ما علینا إلا البلاغ.

****

ذاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین وَ الْعاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْن وَ الصَّلوٰۃ وَ السَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ المرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحابِہٖ اَجْمَعِیْن.

اَمَّا بعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیْم. بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۱۱۹" (سورۃ التوبۃ اٰیۃ ۱۱۹)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظیم و صَدَقَ رَسُوْلُہٗ النبی الکَرِیْم وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰاھِدِیْن وَ الشَّاکِرِینَ وَ الحمد للّٰہ رب العالمِیْن

شہر یارِ علم و حکمت، سیدی احمد رضا — تاجدار اہل سنت، سیدی احمد رضا

جس نے پینسٹھ علم وفن میں اپنی چھوڑی یادگار — ہیں وہی تو اعلیٰ حضرت، سیدی احمد رضا

جس نے اپنے علم وفن سے کر دیا روشن جہاں — مخزنِ فضل و کرامت، سیدی احمد رضا

اہل باطل سے بچایا تم نے پوری قوم کو — پاسبان دین و ملت، سیدی احمد رضا

مسلک احمد رضا خاں اے تبارک زندہ باد

اہل حق کی ہے علامت، سیدی احمد رضا

(تبارک میاں قادری)

مدینہ رہتا یثرب ہی کبھی طیبہ نہیں ہوتا

اگر نعلین پاک مصطفیٰ چوما نہیں ہوتا

بتاتا کون عشق مصطفیٰ ہم اہل سنت کو

بریلی میں اگر احمد رضا پیدا نہیں ہوتا

شرک تھا جب ناز کرنا احمد مختار پر — نکتہ چیں تھے لوگ علم سید ابرار پر

کفر پر اک دن مشیت کو جلال آ ہی گیا　　میرے آقا کی محبت کا سوال آ ہی گیا

صورتیں تسکین کی نکلیں دلِ سیماب سے　　اک کرن پھوٹی اچانک چرخ پر مہتاب سے

اس کرن کو اہلِ دیں احمد رضا کہنے لگے　　امت ختم الرسل کے پاسباں کہنے لگے

اس کرن نے راہ ایماں کو منور کر دیا　　پھول تو ہیں پھول خاروں کو گلِ تر کر دیا

قوم کے ایمان و حرمت کے نگہباں زندہ باد

زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

شمع رسالت کے پروانو! بادۂ توحید کے متوالو! سیدی حضور غوث الوریٰ قدس اللہ سرہٗ النورانی کے غلامو! نائب النبی، فخر ہند، عطائے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیوانو! رضا کے نام پر اپنا تن من دھن قربان کرنے والو! ہم اور آپ انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ گنبد خضریٰ کی جانب لو لگا کر اس مقدس، معظم و باوقار، مدنی تاجدار، دونوں عالم کے مالک و مختار، سید ابرار و اخیار، شہنشاہ ذی وقار، جان عالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ، محمد عربی روحی فداہ، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں درود و سلام کا حسین تحفہ پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کریں۔

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ أَفْضَلَ الصَّلٰوةِ وَأَحْسَنَ التَّسْلِيْمِ دَائِمًا أَبَدًا سرمدًا۔

حضرات گرامی! آج کی اس مقدس تاریخ میں، اس پرنور و بابرکت کانفرنس میں چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدد، امام عشق و محبت، عظیم البرکت، دریائے نعمت، یادگار اسلاف، سیدی شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِيْز کی عظیم ذاتِ بابرکات پر خطاب کرنے کا موقع ملا ہے۔

تمام تعریفیں اس خالق دو جہاں کے لیے جس نے لفظ کن سے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ درود و سلام کی مقدس ڈالیاں نچھاور ہوں اس رسول ہاشمی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جس نے تاریکیوں میں انسانیت، اخوت، محبت اور اخلاق کا چراغ منور و درخشاں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک تمام انبیا علیہم السلام نے اس آخری رسول معظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی، کائنات پر تاریکیاں مسلط تھیں، مجروح انسانیت زخموں سے چور تھی، اندھیری

رات کا مسافر کسی رہنما کی جستجو میں بھٹک رہا تھا، ظلم وستم، جبر واستبداد کی چکی میں پسنے والی مظلوم، سسکتی، کراہتی بلکتی انسانیت عدل وانصاف، رحم وکرم کے لیے مضطر وبے چین وبے قرار تھی۔ رفتہ رفتہ وہ دن قریب سے قریب تر ہوا، بالآخر ایک دن رحمتوں کا سویرا ہوا، روح کی بہاروں کی رُت بدلی، خوش بختیوں کا اجالا ہوا اور دنیا جھوم کر بولی اب سسکتی انسانیت کو نجات دلانے والا اللہ کا آخری رسول ﷺ، بے دار بختیوں اور اقبال مندیوں کا امین، لطف وکرم اور جمال وجلال کا پیکر، رحمتوں اور ہدایتوں کا چشمۂ سیال، عظمتوں اور رفعتوں کا معدن ومخزن، محسن انسانیت، معلم کائنات ﷺ ربیع النور شریف کی ۱۲؍ویں تاریخ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوشِ مبارکہ میں جلوہ گر ہو چکا ہے۔

حضرات گرامی! میرے آقا ومولیٰ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کبھی رب نے آدم علیہ السلام کو بھیجا، کبھی رب تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا، کبھی خدائے پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، کبھی رب کعبہ نے ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا، کبھی اللہ رب العزت نے اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا، کبھی عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور سب سے اخیر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ عالم تصور میں دنیا عرض کرتی ہے میرے رب! تو نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا، اب ہماری ہدایت و رہنمائی کے لیے کون آئے گا؟ تو قدرت نے آواز دی: بندوں گھبراؤ نہیں، میں نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے مگر ولایت کا دروازہ میں نے بند نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ضرورت پڑی تو ہدایت و رہنمائی کے لیے غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، کبھی ضرورت پڑی تو اجمیر شریف میں عطائے رسول خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، کبھی ضرورت پڑی تو مخدوم بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، کبھی ضرورت پڑی تو حضور مخدوم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، کبھی ضرورت پڑی تو حضور محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، کبھی ضرورت پڑی تو مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور کبھی ضرورت پڑی تو محلہ سوداگران بریلی شریف کی مقدس زمیں پر خالق کائنات نے ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء کے روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا فرمایا جو نسبتاً پٹھان، مذہباً سنی، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری ہیں۔

آپ کا اسم گرامی "محمد" تاریخی نام "المختار" ہے اور جد محترم مولانا رضا علی خان نے

"احمد رضا" رکھا اور اسی نام سے مشہور بھی ہوئے۔ آگے چل کر اپنے نام کے ساتھ بالالتزام عبد المصطفیٰ لکھنا شروع کیا اور اسی نسبت غلامی اور ادائے محبت کو تاحیات برقرار رکھا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم جس سمت آگئے ہو سکے بیٹھا دیے ہیں

علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کا یہ عالم کہ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کیا، آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی کی بہت ہی مشہور و معروف کتاب ہدایۃ النحو کی شرح لکھی، دس سال کی عمر میں مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا۔ چودہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان صاحب قبلہ سے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کر کے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی سال دار الافتاء کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ ۲۲؍سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آفتاب طریقت و شریعت حضرت مولانا سید آل رسول مارہروی قدس اللہ سرہٗ النورانی سے شرف بیعت حاصل کیا اور اسی وقت مرشد کامل نے اجازت وخلافت اور توجہ اتحادی سے سرفراز فرمایا۔

پہلی بار ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں والد گرامی کے ہمراہ حج بیت اللہ و زیارت نبوی کے لیے حاضر ہوئے۔ اس سفر مبارک میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی جو واردات وکیفیات قلبیہ کے آئینہ دار ہے اور جس کے حرف حرف سے بوئے محبت پھوٹ رہی ہے۔؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اس سفر مقدس میں اکابر علمائے کرام حرمین شریفین سے مختلف علوم و فنون کی سند اجازت حاصل کی اور اسی سفر مبارک میں حرم شریف میں بعد نمازِ مغرب شیخ حسین ابن صالح امام شافعیہ بغیر کسی سابقہ تعارف کے آگے بڑھے اور فاضل بریلوی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھر لے گئے، فرط محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہے اور جوشِ عقیدت میں فرمایا:

"إني لأجد نور الله في هذا الجبين"

بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں۔

شیخ حسین ابن صالح موصوف نے آپ کو صحاحِ ستہ کی سند اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔

(تذکرۂ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ، ص:۴۰۱)

بارگاہ رسول محترم ﷺ میں عقیدت و محبت کے ساتھ درود شریف پڑھ لیا جائے۔

صلی اللہ علی محمد ﷺ.

حضرات گرامی! بے شمار قبیح ہتھکنڈوں کے باوجود آپ کے علم و فضل کا آفتاب پوری علمی تمازت کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور کائنات بھر کے فقہا، علما و دانشورانِ قوم و ملت کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

آپ کے کارناموں میں ایک بہت بڑا کارنامہ "کنزالایمان" ہے جسے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر علم و ادب اور عشق و محبت کا شاہکار بنادیا۔ قرآنِ پاک کے اس ترجمہ سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی آنکھیں ٹھنڈی، جگر تازہ اور جانیں سیراب ہوئیں۔ رسولِ اعظم ﷺ کے عاشقِ صادق نے جس انداز میں یہ ترجمۂ محبت اہل وفا کو عطا کیا وہ داستانِ محبت بھی عجیب ہے۔

حضرات گرامی! تراجم کے ہجوم میں جو فضیلت و برتری اور شانِ امتیاز ترجمۂ پاک کنزالایمان کو حاصل ہے وہ اہل ادب، اہل ذوق، اہل عشق و محبت پر اظہر من الشّمس ہے۔ دنیا کچھ بھی کہے میرا عقیدہ یہ کہتا ہے: زمانے والو! یہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی زندہ کرامت ہے۔ جس ادب و احتیاط اور عقیدت و محبت کے سانچے میں ڈھل کر، جس سلیقے اور قرینے سے اسے سجایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ کسی عام انسان کا نہیں۔ قسم خدا کی یہ کام کسی ایسے عاشقِ صادق، مقبولِ بارگاہِ حق اور عاشق آفتابِ رسالت و نبوت کا ہے جس کے پاس علم لدُنی کا انمول خزانہ ہو۔ کسی دیوانۂ رسول نے سچ ہی کہا ہے۔

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

عزیزانِ ملت اسلامیہ! آج کچھ نام نہاد مسلمان اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی بدعقیدوں سے نفرت کرنے کا سبق نہیں دیا۔ ایک واقعہ سماعت کریں۔

جب ہندوستان کے چند نام نہاد مولویوں نے رحمت دوعالم ﷺ کی شان میں گالیاں لکھ کر عظمتِ رسول گھٹانے کا ہولناک فتنہ کھڑا کیا تو آپ نے کوہ استقامت بن کر اس فتنۂ عظیم کا

مقابلہ کیا۔ ان دشمنان دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور کتابوں میں آپ پر گالیوں کی بوچھار کردی، مگر اس کچھار محمدی کے شیر نے ان کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمت رسول کے لیے سپر ہی بنائے رکھا۔

ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ النورانی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آپ کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہیں اور کتاب کو پھینک دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کتاب میں صرف گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ اس طرح حضور کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی سے بدعقیدوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی حضور کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں گے اور حضور کے لاجواب دلائل سے ہدایت پائیں گے۔

حضرت صدر الافاضل کی یہ گفتگو سن کر سیدی اعلیٰ حضرت قدس اللہ سرہٗ النورانی آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا مولانا! تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی اور دوسرے ہاتھ میں میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں تو میں اپنے ہاتھوں سے ان گستاخوں کا سر قلم کرتا اور اس طرح سے گستاخی اور توہین کا سدّباب کرتا۔ لیکن تلوار سے کام لینا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہاں، اللہ نے قلم عطا فرمایا ہے، تو میں قلم سے سختی اور شدت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد کرتا ہوں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ص:۱۲۲)

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

میرے عبد المصطفیٰ احمد رضا تیرا قلم — دشمنان مصطفےٰ کے واسطے شمشیر ہے
مرد حق آگاہ لیٹا ہے تیری آغوش میں — سینہ باطل پہ اس کا نام بھی اک تیر ہے

آپ قادری ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ چشتی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟

آپ سہروردی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ نقشبندی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ فردوسی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ ابوالعلائی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ حیدری ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ اشرفی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟
آپ سنی ہیں اور اعلیٰ حضرت کو نہیں جانتے، حیرت ہے؟

کون اعلیٰ حضرت؟ وہ اعلیٰ حضرت جنھوں نے ۱۹۱۱ء میں قرآن عظیم کا شاندار ترجمہ بنام ''کنزالایمان'' امت کو تحفہ میں دیا۔

کون اعلیٰ حضرت؟ وہ اعلیٰ حضرت جنھوں نے ۱۸۵۶ء سے ۱۹۲۱ء تک کی ۶۵/ سالہ حیات مبارکہ میں تقریباً ۶۵/ علوم وفنون پر ایک ہزار کتب ورسائل تصنیف فرمائی۔

کون اعلیٰ حضرت؟ وہ اعلیٰ حضرت جنھوں نے عشق وایمان سے لبریز ۱۲/ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا انمول خزانہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں قوم کو عطا کیا۔

کون اعلیٰ حضرت؟ وہ اعلیٰ حضرت جو ۱۴/ سال کی عمر میں مسند افتا پر جلوہ گر ہوئے۔

درود شریف کا ورد کرلیا جائے با آواز بلند۔ صلی اللہ علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرات گرامی! اعلیٰ حضرت کا ہر ہر لمحہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش میں گذرا ہے، گستاخِ رسول سے آپ نے کبھی بھی صلح نہ کیا بلکہ بدعقیدوں پہ لعنت ہی لعنت برساتے رہے۔

ایک دلچسپ واقعہ سماعت کریں:

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں: ایک مرتبہ علی گڑھ سے ایک شخص اپنا بیگ وغیرہ لے کر آیا، اس کی صورت دیکھ کر میرے قلب نے کہا یہ رافضی ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی یہ رافضی ہے۔ اس نے کہا میں اپنے گھر لکھنؤ جا رہا تھا، صرف آپ کی زیارت کے لیے راستہ میں اتر گیا ہوں۔ کیا آپ اہل سنت میں ایسے ہیں جیسے ہمارے یہاں مجتہدین؟ میں نے

التفات نہ کیا۔ غرض کہ وہ رافضی اپنی طرف مخاطب کرتا تھا اور میں دوسری طرف اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔ آخر کار وہ اٹھ کر چلا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہی روایت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدمذہب ہے فوراً کھانا سامنے سے اٹھوا لیا اور اسے نکلوا دیا۔

(الملفوظ حصہ اول رص: ۱۱۲)

پتہ یہ چلا بے دینوں اور بدعقیدوں سے ہر حال میں دوری اختیار کی جائے۔ یہی مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ہے:

دشمن احمد پہ شدت کیجیے ملحدوں سے کیا مروت کیجیے
شرک فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکر آیات ولادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
کیجیے چرچا انھیں کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجیے

خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ تلاوت کی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور سچوں کے ساتھ ہو جانا اور اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنا یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی علامت ہے۔

حضرات گرامی! ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ کے تمام دوستوں سے عقیدت و محبت اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے، یہ ہمارا عین ایمان ہے۔"اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہ" خالق دوعالم کے ولیوں سے محبت رکھے۔ کیونکہ اللہ والے اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور جو اللہ کی محبت کے جلوں سے اپنے قلب و جگر کو جگمگا رہے ہیں یقیناً وہی سچے اور اچھے ہیں۔

واقعہ:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ عالم طفلی میں بھی تقویٰ، طہارت، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن

سیرت کے اوصاف سے مزین ہو چکے تھے۔ آپ کی عمر ابھی ساڑھے تین سال کی تھی، صرف جسم پہ کرتا پہنے ہوئے باہر سے دولت خانہ کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ سڑک پہ ایک گاڑی میں چند طوائفیں بیٹھی کسی امیر و کبیر کی تقریب میں گانے بجانے کے لیے جا رہی تھیں۔ ان پہ نظر پڑتے ہی فوراً آپ نے کرتے کا دامن اٹھا کر اپنی آنکھوں پہ رکھ لیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر طوائفیں ہنسنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک بولی: واہ میاں صاحبزادے! اپنی آنکھوں کو تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، امام عشق و محبت فرماتے ہیں: جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ خاتون سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔

آپ کے اس جواب سے پتہ چلتا ہے کہ جو ننھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور کا مالک ہو ان کی جوانی کا عالم کتنا بہتر و احسن ہو گا۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آنکھوں کو چھپانا ہی تھا تو ہاتھوں سے چھپا لیتے، دامن سے کیوں؟ تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے اگر آپ ہاتھوں سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کو سوال کرنے کا موقع نہیں ملتا اور نہ اس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے عنایت فرمایا، نہ دوسرے مسافروں کو وہ تعلیم ملتی جو نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔

حضرات! یہ تھے بچپنے کے آداب، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ بچپنے کی ادا یونہی ہوا کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس ننھی سی ادا میں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بچپن میں جو مولوی صاحب آپ کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن بچوں نے ان کو سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ جیتے رہو۔ اس وقت میرے امام، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی صاحب سے فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔ آپ کے استاذ محترم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کی عمر جب چھ برس کی ہوئی تو آپ نے دریافت کیا بغداد شریف کدھر ہے پھر اس وقت سے دم آخر بغداد شریف کی جانب پاؤں نہ پھیلایا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　　می تافت ستارۂ بلندی

(سوانح اعلیٰ حضرت ص:۱۰۸ تا ۱۰۹، از علامہ بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمۃ)

دوسرا حج بیت اللہ:

دوسری بار ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے یہی وہ مبارک سفر تھا جس میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب پورے طور پر چمکا۔ عرب و عجم، حل و حرم، مصر و حجاز، بلاد مغرب بالخصوص حرمین و طیبین کے بزرگ ترین علما و مشائخ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور احترام و عقیدت سے اپنی اپنی گردنیں جھکادیں۔ پھر اجازت و خلافت اور سندوں کا جلد نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اس مبارک سفر میں علمائے مکہ معظّمہ کی گذارش پر علم غیب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک عظیم اور تاریخی کتاب بخار کے عالم میں ساڑھے آٹھ گھنٹے میں "الدولة المكية بالمادة الغيبيه" کے نام سے تحریر فرمائی جس نے علماے حرمین شریفین کو انگشت بدنداں کر دیا۔ (انوارِ کنز الایمان)

خوب کی تجدیدِ ملت، تم نے اے سروِ چمن ⁂ اے امامِ اہلسنت، تاجدارِ علم و فن
دین حق کی خدمت و احیاے سنت کے سبب ⁂ اعلیٰ حضرت آپ کو کہتے ہیں سب اہل سنن

دیدار مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

دوسری بار جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے، تو حج سے فارغ ہونے کے بعد ۲۴ر صفر المظفر ۱۳۲۴ھ ۱۹/اپریل ۱۹۰۶ء کو مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ شریف پہنچ کر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جو بھی فقیر آپ کی بارگاہ میں آتا ہے اسے آپ خیرات سے نوازتے ہیں۔ لجپال! میری دوسری حاضری کرم فرماؤ۔ خواب میں تو کرم فرماتے ہو۔ آج اگر میری ان گنہ گار آنکھوں کو دیدار ہوجاے تو احمد رضا کا دونوں جہاں میں بیڑا پار ہوجاے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ روتے روتے وہیں جھولی گویا بچھا دی، کاساے دل بچھایا۔ اپنی آنکھوں کو کاسا بنایا۔ اور صدا دی۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کے نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

روتے رہے، جواب نہیں آیا۔ پھر اپنی بے بسی، بے کسی پہ روتے رہے یہاں تک کہ آپ

کے ہونٹوں پہ وہ مشہور زمانہ نعت آگئی۔

وہ سوے لالہ زار پھرتے ہیں　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں　　دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مٹتے مٹتے روتے روتے گویا گھٹنے مٹی پہ لگے۔بے بسی،بے کسی کا اعتراف کیا۔اور کہا:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ　　تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں

اتنا کہنا تھا کہ حضور کا چہرہ سامنے آیا۔پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ لگایا۔اور کہا:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے　　تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

حضرات!اس سے ہمیں امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی مقبولیت بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں معلوم ہوتی ہے۔کیوں نہ ہو،عاشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔

حضرات محترم!بس آخری بات میں آپ کے سامنے رکھ کر اپنی گفتگوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو اس دار فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئے اور جیسے ہی عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی روحِ پاک تن سے جدا ہوتی ہے فوراً مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر درود و سلام کا ہدیہ پیش کرتی ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ اِرم تاجدار حرم　　نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور　　بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ　　ق　　مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

وما علينا إلا البلاغ.

****

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ عَالِمًا قَدِيْرًا قَيُّوْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأُكَبِّرُهٗ تَكْبِيْرًا وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِالَّذِىْ أَرْسَلَهٗ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً ۢبَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

أما بعدُ:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

صدق الله العظيم و صدق رسوله النبي الكريم ونحن على ذالك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.

رہبر طریقت ہے تاجدار سرکاہی
پاسبان ملت ہے تاجدار سرکاہی
مرتے دم نگاہوں میں آپ کا رہے جلوہ
بس یہ میری حسرت ہے تاجدار سرکاہی
ہے تیرا کرم مرشد آج جو میرے سر پر
چادر عقیدت ہے تاجدار سرکاہی
بالیقیں تبارک کو ہر گھڑی مرے مرشد
آپ کی ضرورت ہے تاجدار سرکاہی

(تبارک میاں قادری)

حضرات! آج کی اس مقدس بزم میں شیخ المشائخ، غوث زماں سیدی مرشدی آقائی ومولائی، غلام سید ابرار صوفی الحاج الشاہ تیغ علی قادری آبادانی سرکار سرکانہی شریف کا چرچہ کرنے جارہا ہوں جن کے فیض وکرم سے ایک جہاں منور وآباد ہے۔

اس تیغ علی کی شان وشوکت پر لاکھوں سلام جنھوں نے بے شمار راہ حق سے بھٹکے ہوئے مسافروں کو ہدایتوں کا چراغ بنادیا، جنھوں نے کفر وبدعت کی تاریکیوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کی شمع روشن کی۔ اس آفتاب طریقت پہ لاکھوں سلام۔ اس ماہتاب شریعت پہ لاکھوں سلام۔ اس چراغ تصوف پہ لاکھوں سلام۔ اس بدر طریقت پہ لاکھوں سلام۔ اس حامی دین وملت پہ لاکھوں سلام۔ گلشن عشق والفت پہ لاکھوں سلام۔

حضرات محترم! ذہن کو حاضر رکھیں آپ نے دیکھا ہوگا مکھیا کون بنتا ہے؟ ایم پی کون بنتا ہے؟ سرپنچ کون بنتا ہے؟ وزیر اعلیٰ کون بنتا ہے؟ وزیر اعظم کون بنتا ہے؟ چلیے یہ سوال لے کر پڑھے لکھے لوگوں کے پاس چلتے ہیں اور پوچھتے ہیں مکھیا کون بنتا ہے؟ جواب ملے گا کہ مکھیا وہ بنتا ہے جسے پنچایت کے لوگ منتخب کریں۔ سرپنچ وہی آدمی ہوتا ہے جسے عوام چنتی ہے۔ بہار کا وزیر اعلیٰ وہ ہوتا ہے جسے بہاری عوام چنیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جسے عوام چنیں وہ وقت کا سرپنچ ہوتا ہے، جسے عوام چنیں وہ وقت کا مکھیا ہوتا ہے، جسے عوام چنیں وہ وقت کا پردھان منتری ہوتا ہے، جسے عوام چنیں وہ وقت کا وزیر اعلیٰ ہوتا ہے اور جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ صداقت کا تاجدار ہوتا ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ عدالت کا تاجدار ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ سخاوت کا دریا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ شجاعت کا علمبر دار ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ مخدوم سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ صابر پیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ حافظ ملت علیہ الرحمہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ

چنیں وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ہوتا ہے، جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ مخدوم ماہمی علیہ الرحمۃ وحاجی علی علیہ الرحمۃ ہوتا ہے، اور جسے رسول اللہ ﷺ چنیں وہ غوث زماں تیغ علی قادری علیہ الرحمۃ ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

تیغ علی نے سویا مقدر جگادیا
اتنا کرم کیا کہ نبی سے ملا دیا

حضرات! آج کچھ بدبخت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کی خبر نہ تھی، وہ تو میری طرح ہیں۔ اچھا وہ تمھاری طرح ہیں غور سے سماعت کرو۔ حضرت علامہ عابد حسین مصباحی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ''مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی استقامت وکرامت'' کتاب کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں: بڑی تیزی کے ساتھ میں آپ کو اس مقدس پاکیزہ زمین پر لے جانا چاہتا ہوں جس زمین میں مصطفی ﷺ کا پیارا، غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عطا، غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ، مخدوم سمناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرم، شاہ سمیع احمد کی دعا، تیغ علی کی شکل میں آرام فرما ہے۔ ذرا مسکرا کر بولیے سبحان اللہ!

ایک تاریخ ایسی بھی آئی جس تاریخ میں سرکار سرکاہی نہایت ہی پریشان، بے چین وبے قرار دکھائی دے رہے تھے اور اپنے مریدوں سے فرماتے: چاول کا اہتمام کرو، خصی کا اہتمام کرو، چاروں طرف نگاہ ڈالتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کوئی مہمان سرزمین سرکاہی پر آنے والا ہے۔ ہوا بھی ایسا کہ بریلی کے مصطفی رضاخان مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی جلوہ گری ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ حضور نہایت ہی بے چین وبے قرار تھے۔ مصنف کا بیان ہے کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے گلے مل کر بہت دیر تک روتے رہے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ مفتی اعظم بریلی میں اور تیغ علی سرکاہی میں۔ سرکار سرکاہی کو جب رب کریم نے اتنا علم عطا فرمایا تو سرکار دوعالم کو نہ جانے کتنا علم عطا کیا ہوگا؟

آفتاب طریقت ہیں تیغ علی
حامی دین و ملت ہیں تیغ علی
غوث وخواجہ کا حسیں پیار ہیں تیغ علی
گلشن ولایت کی بہار ہیں تیغ علی

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

حضرات! جن کے عقیدے بدبودار ہیں وہ کہتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہو وہ مختار نہیں محتاج ہوتا ہے۔ غور کریں ایک مرتبہ سرکار سرکاہی خانقاہ شریف میں جلوہ گر تھے مکئی کی فصل لہلہا رہی تھی مگر بارش نہ ہونے کی وجہ سے سوکھنے کے قریب تھی، تمام کسان پریشان تھے۔ ایک روز "میتھ ور سنگھ" جو قابل پور کا تھا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا مہاراج! آپ کی موجودگی میں پانی کے بغیر تڑپ رہے ہیں۔ سرکار کرم کیجیے ورنہ کھیتی جل جائے گی، حضور! کب کرپا کریں گے، کب بارش ہوگی؟ خانقاہ میں آٹھ دس پیڑ مکئی کے تھے جو پانی بغیر پژمردہ ہو گئے تھے۔ اس مکئی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مالک کی مرضی کو کون ٹال سکتا ہے؟ اور فرماتے ہیں دیکھیے نہ بابو ہماری مکئی بھی سوکھ گئی پھر "دراست حسین صاحب" خادم خاص کو بلا کر فرمایا دراست دیکھو ہماری مکئی سوکھ گئی ہے۔ ذرا پانی دے دو، شاہ صاحب لوٹا میں پانی لیے اور ٹونٹی سے ہر مکئی کے جڑ میں تھوڑا تھوڑا پانی ڈال دیئے ابھی "برہمن" بیٹھا ہی تھا کہ پچھم کی جانب سے بادل نمودار ہوا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ابھی زیادہ وقت بھی نہ گزرا تھا کہ اس قدر بارش ہوئی کہ تمام گڑھے، نالے بھر گئے۔ میرے سرکار سرکاہی مسکراتے ہیں۔ بھائی دراست حسین کی طرف اشارہ کرکے از راہ مزاح فرماتے ہیں۔ دیکھو بابو بھائی دراست حسین پانی کو روکے ہوئے تھا۔ مکئی کے جڑ میں اس نے پانی ڈالا تو آسمان سے جھما جھم بارش ہونے لگی۔ اب اگر بارش نہ ہو تو اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر خوب زور سے گھسیٹے گا تو بارش ہونے لگے گی۔ (انوار قادری، ص:۱۴۷)

تیری عظمت کو زمانہ سلام کرتا ہے
تیرا بادل بھی بڑا احترام کرتا ہے
(تبارک میاں قادری)

حضرات! غور فرمائیں جب اللہ رب العزت نے تیغ علی کو اتنا اختیار دیا ہے تو پیارے نبی کو کتنا اختیار دیا ہوگا؟

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

حضرات محترم! میرے رسول ﷺ میری دھڑکن میں ہیں ۔ میرے رسول ﷺ میری سانسوں میں ہیں۔ میرے رسول میرے دل میں ہیں لیکن کچھ بدبخت لوگوں کا نظریہ ہے کہ یہ سنی مسلمان یا نبی سلام علیک پڑھتا ہے۔ کیا رسول کریم ﷺ سنتے ہیں؟ میرا ایمان ہے کہ میرے رسول ﷺ میری سنتے بھی ہیں اور مجھے دیکھتے بھی ہیں۔

کون کہتا ہے دور رہتے ہیں، بن کے آنکھوں میں نور رہتے ہیں
اے کعبہ! آمرے دل کا طواف کر، میرے دل میں حضور رہتے ہیں

واقعہ:

تاجدار سرکانہی ایک مرتبہ اپنے مکان گوریارہ شریف سے کلکتہ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے چلتے وقت فرمایا: میں جارہا ہوں مگر اس بستی میں "ہیضہ" آئے گا۔ آج تین روز سے حملے کر رہا ہے۔ تم لوگ گھبراؤ گے نہیں۔ آپ کے آبائی مکان سے پورب ہندو سماج کا ٹولہ ہے۔ اس میں بہت سے لوگ مرے اور بہت سے لوگ بیمار پڑے۔ کلکتہ میں جہاں آپ قیام فرما تھے۔ وہاں سے کچھ ہی دور پر ایک انگریز کی کوٹھی تھی اس میں "فوجدار میاں" ساکن سرکانہی شریف ملازم تھے بعدِ نماز مغرب آپ اس کو پڑھانے کے لیے اس کوٹھی میں جایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب دستور فوجدار میاں کو آپ پڑھا رہے تھے یکایک آپ کی آنکھیں جھپک گئی اور بآواز بلند آپ کی زبان سے نکلا۔ جاؤ چھوٹ گیا یہ آواز اتنی بلند ہوئی کہ ساری کوٹھی گونج اٹھی۔ یہاں تک کہ انگریز میاں بیوی دونوں دو منزلہ سے نیچے اتر آئے اور پوچھا فوجدار میاں کیا ہوا؟ فوجدار نے جواب دیا۔ میڈم یہ ہمارا پادری ہم کو پڑھاتا ہے، ہم سبق بھول گئے تھے۔ اس لیے مجھ کو ڈانٹ رہا تھا۔ فوجدار میاں نے آپ سے دریافت کیا حضور یہ ماجرا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بھائی جانے دو۔ بہرکیف فوجدار میاں کے اصرار پہ آپ نے سارا واقعہ کہ سنایا کہ میری بستی میں ہیضہ پھیل گیا ہے ابھی ذرا سی آنکھ لگی تو میں نے دیکھا کہ میں گوریارہ میں ہوں ایک ہندو عورت اپنے دروازہ پر تھی وہ سامنے مجھے دیکھ کر میری طرف لپکی اور بے چین و بے قراری کے عالم میں عرض کرنے لگی۔ ہوبابو اپنی بستی ویران ہو گئی۔ فلاں مر گیا، فلاں بیمار ہے اور میرا پوتا بھی بیمار ہے جسے جینے کی امید نہیں ہے. تب میں نے

ڈانٹ کر کہا، جاؤ چھوٹ گیا۔ کلکتہ میں اس واقعہ کا چرچا پھیلا اور صبح ہوتے ہی وہ ضعیفہ عورت گوریارہ شریف پہنچی۔ اور آپ کی والدہ محترمہ سے پوچھنے لگی "میاں جی" کہاں ہیں؟ دادی صاحبہ نے ارشاد فرمایا: وہ تو کلکتہ میں ہیں۔ وہ عورت قسم کھا کھا کر کہنے لگی: کل ہی شام کو تو وہ آئے ہیں، مجھ سے بات ہوئی ہے۔ دادی صاحبہ نے فرمایا: تو نے خواب دیکھا ہوگا۔ وہ عورت کہنے لگی میں نے اپنے گھر کے دروازہ پر دیکھا۔ میں نے کہا ہوبابو بستی برباد ہوگئی، میرا پوتا بھی بیمار ہے۔ تو انھوں نے ڈانٹ کر کہا جاؤ چھوٹ گیا۔ بس اسی وقت سے میرے پوتے کی حالت میں سدھار ہونے لگا۔ دادی صاحبہ سمجھ گئی اور خاموش ہوگئی مگر یہ واقعہ ڈھکا چھپا نہ رہا پورے علاقے میں اس واقعہ کا چرچہ ہونے لگا۔ (انوار قادری، ص:۱۲۶تا۱۲۸)

آپ غور کریں۔ شاہ سرکا نہی کلکتہ میں ایک غیر مسلمہ کو دیکھ بھی رہے ہیں، اس کی فریاد سن بھی رہے ہیں اور اس ضعیفہ کو اپنا جلوہ دکھا بھی رہے ہیں۔

حضرات گرامی! مجھے کہہ لینے دیا جائے جب میرے تیغ علی کلکتہ میں رہ کر بہار کی سرزمین دیکھ سکتے ہیں اور بے سہاروں کی مدد کر سکتے ہیں تو یقیناً میرے مصطفیٰ ﷺ بھی مدینے میں رہ کر ہماری مدد فرماتے ہیں اور ہماری سنتے ہیں۔ جب تیغ علی کی زندگی اتنی اچھی ہے تو پیارے نبی ﷺ کی زندگی کتنی اچھی ہوگی۔

ارض گوریارہ سے نکلا ایک ایسا آفتاب
سارا عالم جگمگا اٹھا نہیں جس کا جواب
آپ نے جو بات کہہ دی ہو گئی وہ کامیاب
اہل حاجت آپ کی خدمت میں آتے بے حساب

حضرات گرامی! حضور سیدنا سرکار تیغ علی علیہ الرحمۃ کی عظیم ذات پر لاکھوں سلام۔ حضرات آج ہم اور آپ جس ولی برحق، راز دار حقیقت کی یاد میں یہاں اکٹھا ہوئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ عشق رسول ﷺ میں گذرا ہے۔

دنیا سے نہیں ڈرتا مستانہ محمد کا
رکھتا ہے خبر سب کی دیوانہ محمد کا

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیاں پہنچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہنچی

اللہ والے دلوں کے راز سے واقف ہوتے ہیں۔ اسی لیے علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں: اہل علم کے قریب زبان سنبھال کر اور اولیا کے قریب دل سنبھال کر بیٹھا کرو کیوں کہ اولیائے کرام کی نگاہ دلوں پر ہوا کرتی ہے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ ایک مرید کے گھر جلوہ گر تھے۔ ”چندر دیو سنگھ“ نامی ایک راجپوت جو بہت ہی مشہور آدمی تھا سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ کو یہ سوچ کر آزمانے کے لیے آیا کہ اگر پیر صاحب مجھے اس وقت سیب وغیرہ کھلادیں گے تو میں مان لوں گا کہ واقعی یہ بزرگ ہیں اور سچے فقیر ہیں۔ جیسے ہی وہ سامنے آکر بیٹھا، سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ نے اپنی جھولی سے ایک ناشپاتی، ایک سیب اور کچھ انگور نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا۔ فوراً وہ راجپوت آپ کے قدم پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ کو دل سے مان لیا اور آپ کا سچا دیوانہ بن گیا۔ (انوارِ قادری، ص:۱۵۴)

حضرات! یہ ہیں میرے شاہِ سرکانہی جن کے دم سے مظفر پور، ویشالی، حاجی پور خاص طور سے اور پورا بہار عام طور سے منور و روشن ہے۔ مولیٰ کریم ہم سب کو اللہ والوں سے سچی عقیدت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرات گرامی! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی مر کر مٹی میں مل گئے۔ (العیاذ باللہ) مگر میرا ایمان ہے کہ نبی زندہ ہے اور نبی کا غلام بھی زندہ ہے۔ آخری بات عرض کر کے آپ سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔

ضلع ویشالی ابتدا سے ہی صوفی، سنت، پیر، فقیر کا حسین مسکن رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں اپنی خاص پہچان رکھنے والی یہ دھرتی صلح و آشتی کا گہوارہ رہی۔ یہ ضلع اپنے دامن میں بے شمار تہذیب و تمدن کے گل سرسبد چھپائے ہوئے ہے۔ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک تاجدار معرفت و طریقت نے جنم لے کر سماج و ملک کی خدمت کی اور سچائی و وفاداری کے لیے اپنی جان تک قربان

کر ڈالا۔ ”ماموں بھانجہ علیہما الرحمہ“ بھی انھیں عظیم ہستیوں کی جماعت میں آتے ہیں۔ جنھوں نے انسانیت کی بھلائی اور فلاح و بہبود کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگادی۔ ۱۲رویں صدی کے شروع میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے حضرات ماموں بھانجہ کو بہار جا کر دین متین کی تبلیغ و اشاعت کا حکم دیا۔ یہ دونوں حضرات آپس میں ماموں بھانجہ تھے۔ ان کا مقدس اسمِ گرامی بالترتیب سعید محمد و سعید احمد تھا۔ یہ دونوں حضرات خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے رشتہ دار تھے۔ ان دونوں حضرات نے ”چیچپر“ نامی مقام پر اپنی خانقاہ قائم کیا اور یہیں سے مئے وحدت کا جام لوگوں کو پلانے لگے۔ عشقِ رسول کی شمع روشن و منور کیا۔ وہ دونوں حضرات گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں تشریف لائے تھے اور اپنے ہمراہ امن و چین اور صلح و آشتی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ بہت ہی قلیل مدت میں ان کا وعظ و نصیحت سننے کے لیے دور دراز سے لوگ جوق در جوق ان کی بارگاہ میں آنے لگے۔ ہر چہار جانب ان کی شہرت کی خوشبو پھیلنے لگی۔ اب لوگ بادشاہِ وقت سے شکوہ وگلہ کرنے لگے۔ دربار ”تغلق“ میں حاضری کی بجائے عوام الناس ماموں بھانجہ کے دربار پُر انوار میں امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح حاضر ہونے لگے۔ حکمران وقت شہنشاہ تغلق کو کسی نے خبر دی کہ حضور دو فقیر بہار میں آچکے ہیں جو آپ کی حکومت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی حکومت ملیامیٹ کر دیں۔ شاہِ وقت سمجھ گیا۔ یہ فقیر ایک دن ہماری ناپاک و یزیدی حکومت کو مٹا کر رکھ دے گا۔ لہٰذا بادشاہ جھوٹا فتویٰ ان کے خلاف جاری کرا کر عوام النّاس کو ورغلانے لگا۔ یہ دونوں سماج کو غلط راہ دکھانے کا کام کر رہے ہیں۔ مگر فتویٰ کا کوئی اثر ان دونوں مقدس ولیوں پر نہیں پڑا۔ انھوں نے حسبِ دستور اپنا تبلیغی کام جاری و ساری رکھا۔ بادشاہ کو یہ بات اور ذلت خیز معلوم پڑی۔ بادشاہ نے پوشیدہ طور پر دو جلادوں کو ان دونوں حضرات کے سر قلم کرنے کے لیے بھیجا۔ ماموں بھانجہ دونوں حضرات الگ الگ گھوڑے پر سوار ہو کر متواتر آمد و رفت کیا کرتے تھے۔ دونوں حضرات جیسے ہی سفر سے اپنی خانقاہ میں واپس ہوئے پہلے سے ہی دونوں جلاد گھات لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں جلاد نے فوراً حملہ کر دیا، دونوں حضرات کا سر دھڑ سے جدا کر دیا۔ سر زمین پر گرا مگر جسم کو لے کر گھوڑا ۱۸ر کلومیٹر کی دوری پر ایک مسلم بستی ہے جسے لوگ جڑھوا کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو گنگاندی سے ایک کلومیٹر کی دوری پر آباد ہے وہیں ٹھہر گیا اور سر کٹی لاش کو

لوگوں نے اسی مقام پر دفن کردیا۔ لیکن مرضی مولیٰ کچھ اور تھی۔ تقریباً پونے دو سو سال بعد نیپال کا راجہ ”سکویت سنگھ“ سیر کی غرض سے اپنی رانی کے ہمراہ گنگا کنارے پہنچا، اس وقت حاجی پور سمیت گنگا کے شمالی ساحل تک نیپال سلطنت میں آتا تھا۔ رانی کی گود اولاد سے خالی تھی۔ اس نے تمام مذہبی مقامات کی زیارت کی تاکہ ڈھلتی عمر میں گلشنِ تمنا میں کوئی گلِ تر کھل جائے۔ بہر کیف ایک دن ان کا گذر اسی مزار کے قریب سے ہوا۔ رات ہونے کی وجہ سے تمام سپاہیوں کے ساتھ وہیں خیمہ نصب کردیا۔ رات کو خواب میں کسی نے بشارت دی، ایک تالاب کھدواؤ تمھیں فائدہ ہوگا۔ صبح کی سفیدی نمودار ہوئی۔ راجا تمام باتیں رانی کو بتائی اور مزدوروں کو تالاب کھودنے کا حکم دیا۔ پوکھرے کی کھدائی شروع ہوئی، کھدائی کے دوران ایک مزدور کی کدال ایک لاش پر پڑی، مزدور خوف کے مارے کدال پھینک کر راجا کے قریب پہنچا اور ماجرا سنایا حضور! اس لاش سے تازہ خون نکل رہا ہے۔ راجا نے سوچا شاید پوکھر کی کھدائی غلط جگہ پر ہوئی ہے مگر پھر اس رات میں بشارت ہوئی کہ گھبراؤ نہیں اسی جگہ پوکھر کھدواؤ، وہاں تجھے ایک نہیں دو لاش دکھائی دے گی، دونوں لاشوں کو تم کسی اونچے مقام پر دفن کردینا۔ صبح ہوتے ہی راجا، رانی نے دونوں لاش کو نکال کر ۲۸؍ فٹ کی اونچائی پر دفن کروادیا۔ پوکھر جب تیار ہوگیا تب تیسری مرتبہ بشارت ہوئی آج رات بہت تیز آندھی آئے گی، تمام خیمے اڑ جائیں گے مگر ایک خیمہ باقی رہے گا، تمام چراغ گُل ہوجائیں گے مگر ایک چراغ روشن رہے گا۔ تمھاری فوج میں سے دو سپاہی قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ تم انھیں دونوں حضرات کو لے کر صاحبِ مزار کے وسیلے سے دعا کراؤ۔ تمھیں رب کریم اولاد کی نعمتوں سے انشاء اللہ مالامال کردے گا۔ اب تک راجا کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہماری فوج میں کوئی مرد مومن بھی ہے۔ راجا نے خیمہ کی جستجو کی۔ دیکھا ایک خیمہ میں دو سپاہی تلاوت قرآن کررہے ہیں۔ کل ماجرا، راجا نے دونوں بزرگ کو سنایا اور دونوں کو لے کر مزارِ مقدس پر حاضر ہوا، اور دعا کرائی۔ تب تک آندھی تھم گئی تھی، راجا، رانی پر نیند کا غلبہ طاری ہوا۔ اسی رات رانی کو حمل ٹھہر گیا اور ۹؍ ماہ بعد راجا کے محل میں چاند نما شہزادے نے آنکھیں کھولی۔ راجا نے خوش ہوکر مزار مقدس کو نہایت ہی دلکش اور مستحکم بنایا اور ۵۲؍ بگہہ زمین بطورِ تحفہ دیا اور ان دونوں سپاہیوں کو اس مزار اقدس کا متولی بنا کر نیپال واپس ہوا۔ حکومتِ ہند مشہور و معروف تاریخی وراثت کو حذف کر

گئی۔ ''جڑھوا'' کے قرب وجوار کے مسلمان ابھی بھی غفلت کی چادر اوڑھے نیند کی آغوش میں آرام فرما ہیں۔ مسلمانوں کی بے توجہی سے حکومت نے بھی مزار شریف کی عظمت و تقدس کی بحالی سے اپنا منھ موڑ لیا ہے اور ۵۲ر بگھہ کا پلاٹ آج ۱۲ر کٹھوں میں سمٹ کر رہ گیا۔

اس واقعہ سے دو باتیں واضح طور پر کھل کر سامنے آئیں۔

(۱)- پونے دو سو سال بعد لاش سے تازہ خون نکل رہا تھا پتہ چلا اولیا مرتے نہیں ہیں بلکہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۲)- وسیلے سے دعا کرنا اور صاحبِ مزار کے وسیلے سے رب کریم سے اولاد طلب کرنا جائز ہے۔ اور صاحبِ مزار نے خود بشارت دی کہ آؤ مزار پر مگر دونوں بزرگ کو ساتھ میں لے کر آؤ یعنی بے غیر وسیلہ مت آؤ۔ (رسالہ انقلاب جلد نمبر:۱، ص:۵، ایڈیٹر اظہار الحق)

و ما علینا إلا البلاغ.

****

ان فیروز بخت حضرات کے اسمائے گرامی
جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا۔

صوفی الحاج الشاہ **عبد الوحید** صاحب رضوی تیغی، بھوانی پٹنہ، اڑیسہ

و

صوفی الحاج الشاہ **محمد افسر** صاحب رضوی تیغی، رائے گڑھا، اڑیسہ

و

جناب **عبد الستار** صاحب، سعد اللہ پور، ویشالی (بہار)

و

جناب **محمد زاہد رضا** صاحب بھوانی پٹنہ، اڑیسہ